بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی

افکارِ رضا

ممبئی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف، کمالات۔ علمیہ اور خدماتِ دینیہ پر تحقیقات کی حوصلہ افزائی فرمانا اور اس سے عوام و خواص کو صحیح طور پر تعارف کرانا صرف اہلسنت و جماعت کی خدمت کرنا ہی نہیں بلکہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے صحیح دین کی اشاعت کرنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی صحیح نمائندگی کرنا ہے ——

پروفیسر عزیز اللہ ۔ ہل یونیورسٹی ۔ انگلینڈ

تحریکِ فکرِ رضا
۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ
ممبئی ۴۰۰۰۰۸

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

سہ ماہی **افکارِ رضا** ممبئی

زیر ادارت: محمد زبیر قادری

جلد ۲ جون ۱۹۹۶ء / محرم الحرام ۱۴۱۷ھ شمارہ ۲

ہے مسلمان تو پھر شان مسلمانی لا
اہل ایمان ہے تو کردار بھی ایمانی لا

تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ قوم و وطن کی تعمیر و ترقی اور مذہب و ملت کے فروغ و اشاعت میں انسانی قربانی اور پیہم جدو جہد کا اہم کردار رہا ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بغیر قربانی کے نہ دنیاوی کامیابی ممکن ہے نہ اخروی سرفرازی۔ اسی لئے اسلام اپنے ماننے والوں کو قدم قدم پر ایثار و قربانی کا درس دیتا ہے۔ اسلامی سال ہی کو دیکھ لیجئے اس کا آغاز بھی قربانی سے ہوتا ہے اور اختتام بھی۔ ماہ ذی الحجہ جہاں ایک طرف ہمیں اولاد جیسی عزیز ترین شئے کی قربانی کا درس دیتا ہے تو دوسری جانب حج و ذبیحہ کی صورت میں مال و زر کی قربانی طلب کرتا ہے۔ اسی طرح ماہ محرم میں ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ جان کا نذرانہ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں ہمارے اسلاف نے مقاصد کے حصول کے لیے بیش بہا قربانیاں پیش کی ہیں۔ جب تک ہم میں حقیقی جذبۂ قربانی رہا ہم ہر جہت و ہر گام پر کامیاب و کامران ہوتے رہے اور ہماری تو یہ شان رہی ہے کہ۔

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے

عصر حاضر میں جب ہم دنیاوی حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ آج ساری دنیا میں مسلمان مسلسل باہم یا مخالفین سے نبرد آزمائی میں مصروف کار ہیں جس کی بنا پر ہماری تمام تر توانائیاں اسی میں صرف ہو رہی ہیں اور ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر، مجبور و بے بس ہیں کہ جو ہاتھ ہمیں لڑنے کے لئے ہتھیار فراہم کر رہے ہیں وہی ہاتھ ہمارے زخموں پر مرہم لگانے میں بھی پیش پیش ہیں اور ہماری شکستہ حالی پر یہی ہاتھ ہماری دریوزہ گری کے لئے موجود ہیں۔ جس طرح یزید نے امام حسین کی موت کے بعد ماتم کیا تھا۔ اسی طرح آج بھی حکومتیں زخم دے کر ہمدردی جتانے کے لئے آجاتی

ہیں المیہ یہ ہے کہ یہودی جو ہمارے ازلی دشمن ہیں دوستی کا ناٹک رچا کر ہماری زمینوں پر قابض ہو چکے ہیں اور امن معاہدے کے تحت ہمارے ہاتھوں میں ہتھیار تھما کر ہمارے اپنے ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ کہیں مسلمانوں کے درمیان بوہرہ، رافضی، قادیانی، بہائی جیسے نئے نئے فرقوں کو پنپنے کے لئے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی جارہی ہیں۔ تو کہیں تحفظِ آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر شاتمانِ رسول کی سرپرستی و مدافعت کی جارہی ہیں۔ کہیں "طلباء" کے ہاتھ میں ہتھیار تھما کر مصنوعی جہاد کا جھانسہ دیا جارہا ہے تو کہیں کوئی سعودی شہزادہ، مائیکل جیکسن کے ساتھ (خاندانی اقدار کے فروغ کے لئے) تفریحی کمپنی بنانے میں کوشاں ہے، کہیں عرب کے شیوخ و سلاطین مغربی رنگ رلیوں میں مصروف ہیں جدید مغربی کلچر اور میڈیا کے ذریعے ہماری نئی نسل کی ذہنی تطہیر کی جارہی ہے، مغرب کی ثنا خوانی اور اسلام کی قدامت پسندی کی مالا جپی جارہی ہے۔ اسی کے برعکس عالم اسلام کی قیادت کا نام نہاد دعویدار سعودی عرب اپنے مغربی آقاؤں کے اشاروں پر خاموش ہے۔

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے

تم مسلماں ہو، یہ انداز مسلمانی ہے؟

مذکورہ حالات، ہمیں بے حسی اور غفلت کے اندھیروں سے نکل کر فکر و عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔

ہے جو ہنگامہ بپا یورش "یہود و نصاریٰ" کا

غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا

آج ہم یہ سوچ کر مایوس، بددل اور پست ہمت ہوتے ہیں کہ باطل قوتیں اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ دین اسلام کے خلاف نبرد آزما ہیں اور ہم ہر طرح کے وسائل و اسباب سے نہ صرف محروم بلکہ منتشر اور آپسی پھوٹ کا شکار بھی ہیں۔ پھر کیونکر ہم باطل سے ٹکرائیں؟ ...... لیکن اگر ہم مجدد عصر حاضر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ انکے پاس نہ کوئی مالی وسائل تھے، نہ ذرائع ابلاغ کا ساتھ تھا۔ نہ صاحب اقتدار افراد کی پشت پناہی حاصل تھی اور نہ ہی کوئی، جماعتی قوت پاس تھی۔ اس کے باوجود وہ ساری زندگی باطل قوتوں سے نبرد آزما رہے۔ امام احمد رضا نے ہمیشہ اسباب سے صرف نظر کرتے ہوئے مسبب الاسباب پر نظر رکھی۔ کیونکہ مسبب الاسباب ہی اسباب کا فراہم کرنے والا ہے اور اسباب کا رونا لے کر بیٹھنے سے کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ انھوں نے صرف مسبب الاسباب کے بھروسے پر اپنے عہد میں اٹھنے والے فتنوں کی

سرکوبی کی۔ جب کہ ہر طرف مخالفین ہی چھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی دین پر قربان کردی۔ ناموس رسول کے تحفظ کے لئے قربان کردی۔ امام احمد رضا کا ہر ہر عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کی قربانیوں کا ہی ثمر ہے کہ آج ساری دنیا میں اسلام اپنی حقیقی شکل میں اہل سنت کی صورت میں موجود ہے۔ ہمارے مخالفین تمام تر وسائل اور طاقت کے باوجود بھی ناکام و نامراد ہیں۔ ہمیں بھی امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تن من دھن سے اللہ اور رسول کے نام پر قربان ہونے کے لیے ہر لمحہ تیار رہنا چاہیے۔ بلکہ ہماری زندگی کا نصب العین ہی ناموس رسول کے لئے قربانی ہونا چاہیے۔ اسی میں ہماری فلاح بقا اور کامیابی مضمر ہے۔ جس قوم میں قربانی کا جذبہ بیدار رہے گا۔ وہ قوم ہمیشہ کامیاب و سرخرو ہوگی۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اخبار رضا

○ ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو مولانا سراج احمد بستوی صاحب کو کانپور یونیورسٹی (کانپور) نے ان کے مقالہ "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری" پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ ○ امام احمد رضا کے مشن کے فروغ کے لئے اگست ۱۹۹۵ء میں بنارس میں "رضا اسلامک مشن" (ڈی۔ ۳۱ / ۱۲۷، مدنپورہ، وارانسی ۲۲۱۰۰۱) کا قیام عمل میں آیا۔ اب تک اس تنظیم کے تحت تین عظیم الشان مشاعروں کا انعقاد ہوا۔ سال ۱۹۹۶ کا کیلینڈر شائع کیا گیا۔ اور حال ہی میں مولانا محمد الیاس رضوی (کراچی) کی تصنیف "اچھے ماحول کی برکتیں" شائع کر کے مفت تقسیم کی گئیں۔ ○ رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے امسال حجاج کرام کو پنج سورہ رضویہ (ترجمہ اعلیٰ حضرت) کی کیسٹوں کا تحفہ پیش کیا گیا۔ ○ مکہ معظمہ میں ہوٹل "کاکی" میں ۱۴ ویں شب کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند کی ماہانہ فاتحہ کا انعقاد ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے کیا گیا۔ جس میں مولانا سبطین رضا خاں صاحب (نبیرہ اعلیٰ حضرت)، مفتی مجیب اشرف صاحب، مولانا محمد حسین ابو الحقانی صاحب، مولانا شفیق الرحمن صاحب (ہالینڈ)، مولانا حسن رضا صاحب (ایم اے۔ پی ایچ ڈی)۔ مولانا مقصود علی خاں صاحب۔ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب، مفتی نظام الدین رضوی صاحب نائب (مفتی الجامعۃ الاشرفیہ)، مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب

(ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) نے شرکت فرمائیں ○ ۲۲، ذی الحجہ ۱۴۱۶ ہجری کو حضور مفتی اعظم ہند کا ۱۰۶، سالہ جشن یوم ولادت مولانا فضل الرحمن صاحب (شہزادہ قطب مدینہ خلیفۂ اعلی حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی) کے دولت کدے پر منایا گیا۔ جس میں ہندوستانی علماء کرام کے علاوہ علامہ سید سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادوں نے بھی شرکت کی۔ ○ مکہ معظمہ میں رضا اکیڈمی ممبئی کے ایک وفد نے اہل سنت کے ایک جید عالم علامہ سید محمد علوی مالکی صاحب کے دولت کدے پر ان سے ملاقات کی۔ وہاں پر محفل میلاد کا انعقاد تھا۔ جس میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملیشیا، افریقہ وغیرہ ممالک کے لوگوں نے شرکت کی۔ اس محفل میں مولانا محمد حسین ابو الحقانی نے ہندوستان کے سنی مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے عربی میں تقریر کی۔ مالکی صاحب نے اپنی تصانیف کے پانچ سیٹ عنایت فرمائے۔ (۱) مفتی نظام الدین صاحب کو جامعہ اشرفیہ کے لئے۔ (۲) مولانا ابو الحقانی صاحب کو دار العلوم رضائے مصطفیٰ (لوکہا۔بہار) کے لئے (۳) صوفی محمد عیسیٰ رضوی صاحب کو دار العلوم اہل سنت (یوپی) کے لئے (۴) حاجی محمد توفیق صاحب کو رضا اکیڈمی (نائیگاؤں) کے لئے (۵) مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) کے لئے

○ المجمع الاسلامی (فیض العلوم محمد آباد۔ گوہنہ۔ ضلع مئو۔ یوپی ۲۷۶۴۰۳) نے مولانا بدر القادری (ہالینڈ) کی درج ذیل کتابیں شائع کیں۔ (۱) بزم اولیاء (علامہ یافعی کی مشہور کتاب "روض الریاحین" کا ترجمہ (۲) حریم شوق (نعتیہ مجموعہ) (۳) قم باذن اللہ (انقلابی و فکری اور سوانحی نظموں کا انمول خزانہ (۴) سنت کی آئینی حیثیت (۵) یورپ اور اسلام (یورپ میں اسلام کی تبلیغ۔ تاریخ و تذکرہ اور تجاویز)

○ رضوی کتاب گھر۔ مٹیا محل۔ دہلی ۶ نے درج ذیل کتابیں شائع کی ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا ہندوستانی جرم -----؟ مصنف مولانا فتح احمد بستوی مصباحی افریقہ (۲) اصلاح فکر و اعتقاد۔ علامہ یسین اختر مصباحی۔ (۳) دبستان رضا (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں) مرتبہ علامہ یقین اختر مصباحی۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

فکر رضا کو غیروں تک پہونچایا جائے!

فکر رضا جب گپتا ر ضا تک پہونچی!

از:۔ مولانا محمد وارث جمال قادری جنرل سکریٹری آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

اعلحضرت امام اہل سنت مجدد دین ملت شیخ الاسلام والمسلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین سیدنا امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے حیرت انگیز علمی و فکری اور جاودان کارناموں پر (اپنوں کے افسوس ناک تغافل، سستی، تن آسانی اور کاہلی کے سبب) ٹھنڈی دھول اور ایک عالمی و منظم سازش کے تحت اعاظم رجال کی صفوں اور قاموس المشاہر کی فہرست سے خارج کردیا گیا، اور وہ چند مشتِ خاک جو اس عبقری المشرق کی بارگاہ علم و فضل میں خوشہ چینی کے بھی اہل نہیں تھے فرضی تذکروں، من گھڑت تاریخوں، بددیانت صحافت اور قلم کے خرید و فروخت کے ذریعے انھیں افلاک بنادیا گیا اور دنیا کو یہ باور کرادیا گیا کہ اندھوں کی اس بڑی بستی میں بھی چند کانے راجہ و مہاراجہ ہیں۔ اور بس! ہائے رے گردش ایام! رات کو دن سفید کو سیاہ اور اندھیرے کو اجالا بنادیا گیا۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ

اے اسیرانِ چمن میں نو گرفتاروں میں ہوں

حاسدین، مالغین، ظالمین، کاذبین و مکذبین اور اعدائے دین نے مسلسل پچاس سالہ دن و رات کی سخت ترین کوششوں اور انتھک کردار کشیوں کے بعد مطمئن ہو کر سانس لی کہ برصغیر ہند میں احمد رضا بریلوی کی شکل میں جو آفتاب فضل و کمال تھا اسے کذب و افتراء، دجل و فریب کی وادئ ظلمات میں، پہنائیوں اور گہرائیوں کے تحت الثریٰ میں اس طرح سے دفن کردیے ہیں کہ اس کے وجود کی تمازت تو الگ رہی اس کی ایک جھلک بھی باہر نہیں آسکتی۔ قاتلھم اللہ انا یوفکون۔

فطرت ان کی خام خیالی پہ مسکرا رہی تھی اور قدرت ان کی ہمہ جہت وجود کے تاریخی نمود کا فیصلہ کر چکی تھی چنانچہ دنیا نے کھلی آنکھوں سے یہ نظارہ کرلیا کہ سبیلِ نور کی طرح حقیقت کا دائرہ کیسے پھیلتا ہے؟ اور فضل و کمال کے سورج کا سوا نیزے پر چمکنا کس کو کہتے ہیں؟ ذالک فضل اللہ یعطیہ من الیشاء بغیر حساب۔ رب العزت جل جلالہ نے اپنے بندۂ خاص امام احمد رضا کے بے کراں وجود کی ہمہ جہت اجالوں سے کائنات علم و فضل کو چکا چوند کرکے جہان رضا کو سرخوشی و سرمستی سے مالا مال کردیا۔ الحمد للہ

رب العلمین اور دیکھتے ہی دیکھتے امام اہل سنت کے خلاف مکر و فریب اور کردار کشی کے تمام تار و پود اور کذب و افترا کی ہری بھری ساری کھیتیوں کو حقیقت کے بے رحم سورج کی تیز شعاؤں میں جلا ڈالا بالآخر اس حقیقت کا برملا اعتراف کرنا ہی پڑا۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

یہاں ہندوستان میں اس امر عظیم کا بنیادی و تاریخی کریڈٹ اور این کار از تو آید و مردان چنیں کیند کا سہرا خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سر بندھتا ہے۔

آج سے تقریباً ۲۵ برس پہلے اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی کے تلمیذ رشید اور خلیفۂ اجل محدث اعظم ھند کچھوچھوی کے اخلاف یعنی صاحبزادگان و نبیرہ زادگان و اہل محبت نے کر ہمت کسی کہ اعلحضرت اور امام اہل سنت کے روشن و عظیم اور جاوداں کارناموں پر حاسدین مانعین اور اعدائے دین نے جو دھول دھبہ اور کوڑا کباڑا ڈال رکھا ہے اسے ہٹایا اور صاف کیا جائے اور اغیار کی بنائی فرضی و قلمی تصویر کو حقائق کے تیز آنچ میں جلا دیا جائے! اور اس آئینہ جمال و کمال کو جدید دانش کدوں میں بھی ایک چیلنج کی حیثیت سے پیش کر دیا جائے کہ صدائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے! تاکہ اعلحضرت اپنے تمام تر فضل و کمال جاہ و جلال اور پوری جرات مومنانہ کی ساتھ دلوں کے نہاں خانوں میں پوری عقیدت و محبت کے ساتھ جلوہ افروز ہو جائیں۔

اٹھ میرے دھوم مچانے والے

چنانچہ پوری تندہی، جفا کشی و دیانت داری سے اس کار عظیم کو انجام دیا۔ اور اپنے ماہنامہ المیزان کے امام احمد رضا نمبر اور اس نمبر کے اجزاء کے لئے امام احمد رضا کانفرنس کے ذریعے ایک کارنامہ انجام دیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء من جماعۃ اہل سنۃ۔

اس عظیم و بسوط اور تاریخی نمبر نے یہاں ہندوستان میں کالجوں یونیورسٹیوں اور بڑے بڑے دانشکدوں کے دروازے امام اہل سنت پر ریسرچ و تحقیق کے لئے کھول دیئے اور احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان پر کام کرنے کے لئے نئی جہتیں اور نئی سمتوں کے لئے بڑا ممد و معاون ثابت ہوا۔ اور پہلی بار اجتماعی طور پر جدید دانشکدوں کے عظیم دانشوروں اور جامعات کے اصحاب فضل و کمال نے امام عشق و محبت کی ذات اور ان کی جہات و خدمات علمی فکری اور دینی کارناموں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ بحث و تحقیق کا موضوع بنایا۔ اور آج فکر رضا کی ترویج و اشاعت اور ان پر کام کرنے کے لئے یہ نمبر ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی ملک و بیرون ملک میں بڑی پزیرائی ہوئی اور خاص کر

مملکت خداداد نے تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہاں بڑے ہی خوبصورت و با وقار انداز میں اس کی خصوصی اشاعت انوارِ رضا کے نام سے ہوئی فالحمد للہ رب العلمین! بے شک یہ خانوادۂ اشرفیہ کا ایک ایسا تعمیری کارنامہ ہے کہ اس سے پہلے جہان عالم میں جہان رضا کے لئے اس کی طرح کوئی دوسری مثال تھی اور نہ ہے۔ اس نمبر کا ایک خوبصورت ایڈیشن چند سال قبل ماہنامہ قاری دہلی نے بھی شائع کیا اور آج بھی اس کی مانگ برقرار ہے۔

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ادھر مملکت خداداد پاکستان میں قادر و توانا رب العزت جل و جلالہ نے اپنے ایک ناتواں بندے اور ایک بوڑھے وجود میں سیکڑوں نوجوانوں کی توانائیاں عزم و حوصلہ اور استقامت اور اپنی ذات پر بے پناہ توکل کی دولت ودیعت فرما کر اسے عزم استقلال اور ہمت و حوصلہ کا ایک ناقابل تسخیر جہان بنا کر اسی کے ہاتھ ایک چراغ محبت سر راہ جلایا، باد مخالف اور گرم حالات کی تیز و تند آندھیوں میں بھی اسے محفوظ رکھا۔ اور آج اسی چراغ محبت سے برصغیر ہند و پاک یورپ و امریکہ و افریقہ میں سینکڑوں چراغ جل اٹھے اور جلتے ہی جا رہے ہیں۔

جہان رضا کے لئے اس مقدس چراغ کی عطا ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود جن کا وجود با مسعود دنیا جہان بھر کے اہل محبت کی محافل محبت میں عنوان محبت بنا ہوا ہے۔ اور یہ بلند بالا نامور اور دین و سنیت کے لئے مخلص شخصیتیں جہان رضا کو میسر آئی ہے۔ تو اسی چراغ محبت کے حوالے سے، علامہ قاضی عبدالنبی کوکب، علامہ غلام رسول سعیدی علامہ عبدالحکیم شرف قادری علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علامہ سید وجاہت رسول قادری، پروفیسر سید فاروق قادری، پروفیسر شیر محمد اعوان پروفیسر میز الحق کعبی، محترم پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی علامہ محمد منشا تابش قصوری اور ایک متنازعہ مگر بہت مشہور صاحب علم شخصیت پروفیسر طاہر القادری ان کے علاوہ اور بھی بہت سی قابل احترام و نامور شخصیتیں ہیں۔ جن کا نام بر وقت مستحضر نہیں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی رضا فاؤنڈیشن لاہور رضا اکیڈمی لاہور منی رضوی سوسائٹی افریقہ جہان رضا لاہور تحریک فکر رضا بمبئی۔ صدر الافاضل بمبئی رضا اکیڈمی بمبئی رضا دار الاشاعت بریلی دار القلم دہلی۔ حجاز جدید و قاری دہلی اسی چراغ محبت کی صدائے بازگشت ہیں۔

لے مراد اس سے حکیم سنت محترم مکرم حکیم موسیٰ امرت سری مد ظلہ العالی کی ذات ہے۔ اور چراغ محبت سے مرکزی مجلس رضا لاہور مراد ہے جس کے گرد اگرد انھوں نے اعلحضرت امام اہلسنت کی حیات (بقیہ صفحہ)

اور آج تو اعلیٰحضرت پر کام کرنے
والوں کا ایک کارواں محبت تیار ہو چکا ہے ۔ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی ۔ علامہ عبد المبین نعمانی ۔ علامہ یسین اختر مصباحی ۔ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم ۔ مولانا مبارک حسین مصباحی ۔ مولانا عارف اللہ مصباحی ۔ مولانا فروغ القادری ۔ علامہ قمر الزماں اعظمی ۔ علامہ قمر الھدیٰ مصباحی ۔ مولانا بدر عالم مصباحی مولانا انوار احمد اندوری اور گرد کارواں محمد وارث جمال قادری الغرض یہ فہرست بہت طویل ہے کہاں تو ایک وقت وہ تھا کہ اہل سنت و جماعت میں ایک مستقل جمود اور سناٹے کا عالم تھا اور آج بر صغیر ہند ول پاک میں قلم کا سیل رواں موج دجلہ بنی ہوئی ہے ۔ **مگر** الحمد للہ علی منہ و احسانہ ۔
فکر رضا کو ہر محفل اور ہر طبقہ فکر تک پہونچانے کے لئے ہمیں پابہ رکاب ہی رہنا ہے ۔ ہمیں مطمئن نہیں ہونا ہے اور نہ اس نیت سے پیچھے مڑکر دیکھنا ہے کہ اس محاذ پر اب بہت کچھ ہو چکا ہے ۔ ہماری یہ تمام اجتماعی و انفرادی کوششیں اور یہ ساری تر کتازیاں ان کے ہمہ جہت وجود کے سرحد ادراک ہی تک پہونچ حیں یقین جانئیں ، ہمارے مقصد ذریں کا سدرہ المنتہیٰ ابھی بہت دور ہے ۔ اس راہ محبت میں ایک منزل پر پہونچکر فوراً دوسری منزل تک اس عزم کیساتھ چل پڑنا ہے کہ ۔

جنوں کی خیر ہو بھیجا ہے پھر بہاروں نے
سلام میرے گریباں کے تار تار کے نام

اعلیٰحضرت امام احمد رضا جہاں ایک زبردست عالم دین ، فقیہہ ، متکلم سواد اعظم کے ایک عظیم روحانی مقتدا اور مشہور عاشق رسول تھے وہیں انھیں تاریخ تنقید نحو لغت ، عروض ، ادبیات ، سیاسیات اقتصادیات ، معاشیات ، عمرانیات کے ساتھ انھیں علوم و فنون عقلیہ پر بھی حیرت ناک عبور تھا وہ علوم قدیمہ و جدیدہ کے مجمع البحرین تھے ۔ اور بعض علوم تو انھوں نے خود ہی ایجاد فرمائے ۔ ان علوم عقلیہ کے حوالے سے بھی ہمیں ، ہمہ وقت اس مہم کے لئے تازہ دم رہنا ہے اس راہ محبت میں میرا خود ایک چھوٹا سا تجربہ ہے جو صرف اس نیت سے سپرد قلم ہے کہ یہ کسی اور کے بھی کام آجائے !
میری مخلص دیرینہ محترم مولانا محمد اسمٰعیل عزیزی اعظمی جو ان دنوں فیملی کے ساتھ لندن کے قریب کے شہر میں سکونت پزیر حیں ۔ ان کے خالہ زاد بھائی محترم اشتیاق احمد رضوی جو ان دنوں جوزف پیٹر

و خدمات پر کام کرنے والوں کی ایک پر خلوص جماعت تیار کردی ہے اور آج جہان بھی فکر رضا کی جوت جل رہی ہے اس میں سب سے بڑا حصہ ہے دین و سنیت کے اسی بے لوث خادم بوڑھے مگر پر عزم مجاہد حکیم موسیٰ امرت سری کا ۔ **وارث جمال قادری**

کالج مجگاؤں بمبئی ۱۰ میں انگلش کے ٹیچر تھے ۔ کافی سنجیدہ متین بردبار اور وجیہ وہ مجھ سے بڑی محبت رکھتے تھے اور تقریباً ہر دوسرے تیسرے وہ بڑی پابندی کی ساتھ مجھ سے ملنے دو مانگی آیا کرتے تھے ۔ وہ بھی ان دنوں خدا کے فضل و کرم سے مع فیملی بحرین مستقل سکونت پزیر ہو چکے ھیں وہاں بھی اسی مقدس پیشہ سے وابستہ ہیں ۔ وہاں کے کسی جدید دانشکدہ میں پروفیسر ھیں اور جب بھی اپنے وطن انڈیا آنا ہوتا ہے تو اسی محبت و نیاز مندی کی ساتھ وہ ضرور ملنے آتے ھیں ۔

یہ ان دنوں اردو زبان و ادب کے مشہور محقق شاعر و ادیب عالیجناب کالید اس گپتا رضا کی بچی کے ٹیوٹر بھی تھے ۔ وہ جب بھی تشریف لاتے تو گپتا رضا صاحب کا تذکرہ بڑی محبت سے کیا کرتے تھے اس وقت تک میں ان سے بالکل نا آشنا تھا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بیس سال کینیا افریقہ میں رہ کر غالباً جلدی ہی اپنے وطن ہندوستان میں مستقل رہنے کے لئے آئے تھے ۔

اشتیاق صاحب جب بھی آتے گپتا رضا صاحب کا تذکرہ کہیں نہ کہیں سے ضرور نکال لیتے کبھی ان کی تصنیفات پر ایوارڈوں کا تذکرہ کرتے کبھی ان کے ادبی ذوق اور کبھی فکری بلندیوں کا ۔ ان کے نام کے ساتھ رضا تخلص نے مجھے اس طرف متوجہ کیا ۔ میرے استفسار پر انھوں نے گپتا صاحب کا غائبانہ تعارف بڑی گرم جوشی کے ساتھ کرایا ۔ میں نے انھیں دیوان حدائق بخشش کے دو حصے جو اس وقت میرے پاس موجود تھے انھیں دیتے ہوئے کہا اسے اپنی طرف سے گپتا صاحب کی خدمت نظر پیش کریں ۔ انتہائی غیر معیاری کاغذ و کتابت و طباعت جسے دیکھ کر ذوق لطیف مکدر ہو جائے اس پر کتابت کی غلطیاں بڑی فیاضی کے ساتھ مستزاد اس وقت اسی طرح کے نادر نسخے ہی دستیاب ہوا کرتے تھے ۔ کیا بھی کیا جا سکتا تھا ۔ میں نے انھیں تاکید کی اسے پڑھنے کے بعد وہ جو بھی تبصرہ کریں اس سے مجھے آگاہ کریں چنانچہ یہ خدمت انھوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں اور دوسری بار جب مجھ سے اپنی عادت کے مطابق ملنے تشریف لائے تو انھوں نے کہا گپتا صاحب تو کتاب پڑھ کر بہت متاثر ہوئے ۔ البتہ اس کی شکل و صورت پر افسوس کر رہے تھے میں نے کہا اشتیاق بھائی اب ان سے میرے لئے وقت لے لیں ۔ میں فوراً ملنا چاہتا ہوں انھوں نے کہا میں کوشش تو کروں گا مگر بزی بہت رہتے ھیں وہ!

پھر ایک روز وہ بہت خوش خوش آئے کہ چلئے مولانا! انھوں نے صرف ۱۵ منٹ کا وقت دیا ہے ۔ پھر دبی سے زبان سے کہا کہ ٹائم کا خیال رہے وہ لوگ ٹائم کے بہت پابند ہوتے ھیں! میں نے کہا "اشتیاق بھائی فکر نہ کریں میں اس معاملے میں خود ہی بڑا احساس ہوں!"

مجھے لیکر بمبئی کے اے کلاس کے ایریے جو سمندر کے کنارے واقع ہے نیپنسی روڈ جل درشن

بلڈنگ میں ان کے وسیع و عریض فلیٹ میں پہونچے۔ گپتا صاحب نے دلنواز تبسم کے ساتھ خوشگوار موڈ میں خیر مقدم کیا۔ اور مہمان نوازی کی اعلیٰ قدروں کا مظاہرہ کیا۔ ان کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم کو دیکھ خوشگوار حیرت ہوئی کے وہ ڈرائنگ روم کم ایک خوبصورت لائبریری زیادہ تھی! دیوار میں خوبصورت الماریوں کا شوکیس ان میں اردو کے مجلدات سجے ہوئے جن میں ۴۰۰ اردو شعراء کی دواوین تھے جنھیں دیکھ کر گپتا صاحب کی علم دوستی اردو نوازی اور اعلیٰ ذوق کا پتہ چلتا تھا اور یہ تو بہت برسوں کی بات ہو گئی اب تو ان کہ ذخیرۂ علم و ادب میں اور اضافہ ہوا ہو گا۔

آداب میزبانی کے خوشگوار مرحلے سے گزرنے کی بعد گپتا صاحب متعلقہ موضوع پر خود ہی آگئے پہلے تو انھوں نے میری سامنے محترم اشتیاق صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی مہربانیوں و نوازشوں سے مجھے دیوان حدائقِ بخشش دستیاب ہوئے اور میں ایک اساتذہ کی صف کے بڑے شاعر کے کلام سے شرف یاب ہوا۔ پھر اس کی کتابت و طباعت پر افسوس ظاہر کیا کہ اتنا اونچا کلام اور اس کے ساتھ یہ سلوک! سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے جوں ہی مولانا احمد رضا خاں کا یہ دیوان مجھے ملا میں نے پڑھنا شروع کیا اس کی ظاہری صورت سے کوفت ہونے کے باوجود میں اسے پڑھتا گیا حیرت و استعجاب اور سرخوشی کے ایک عجیب کیف کے عالم میں! اور ساتھ ہی افسوس بھی ہو رہا تھا کہ ایسے با کمال اور اساتذہ کے صف اول کے شاعر سے اب تک میں ناواقف کیوں رہا۔ پھر مجھے اپنی کتابوں کے شوکیس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا! مولانا اس ذخیرے میں صرف ۴۰۰ سو کتابیں اور دواوین شعراء قدیم و جدید اور ان کی تاریخ و تذکرے پر مشتمل ھیں جنھیں میں بالاستعیاب دیکھ و پڑھ چکا ہوں مگر مجھے سخت حیرت و افسوس ہے کہ ان تمام تذکروں میں کہیں بھی اتنے عظیم و با کمال شاعر کا تذکرہ نہیں مجھے بڑی حیرت ہے کہ آخر ایسا ہوا کیوں؟ پھر ایک کتاب جو سب سے آخر میں میرے پاس آئی تھی "خم خانہ جاوید" ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کی اسے میں نے اس امید پر اٹھایا کہ شاید اس میں مولانا مرحوم کا تذکرہ مل جائے۔ مگر اس میں بھی حسن رضا بریلوی مرحوم کے تذکرے کے ضمن میں صرف اتنا ملا کہ حسن بریلوی مرحوم ی نعت گوئی میں اپنے بڑے بھائی مولانا احمد رضا خاں کے شاگرد تھے؟ پھر گپتا صاحب مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے تذکرے میں ڈوب گئے کہ وہ ایک با کمال شاعر تھے مجھے تو ان سے عایت درجے کا انس ہے جس کی ایک خاص وجہ بھی ہے کہ وہ میرے استاد بھائی بھی ہوتے ھیں مجھے بھی بالواسطہ اس با کمال اور باعث صد افتخار ذات سے نسبتِ تلمذ حاصل ھے۔ جس بارگاہ سے مرحوم مولانا حسن رضا خاں کو حاصل تھا یعنی فصیح الملک حضرت داغ دہلوی۔ اس پاکیزہ

نسبت سے وہ میرے استاد بھائی بھی ہوئے اس لئے ان سے انسیت اور ان کے حالات سے آگاہی میرے لیے ایک فطری تقاضا بھی تھا مولانا حسن رضا بریلوی براہ راست تلمیذ رشید تھے حضرت داغ کے جبکہ مجھے حضرت جوش ملسیانی کے واسطے سے حضرت داغ دہلوی سے نسبت تلمذ حاصل ہے۔

پھر انھوں نے حدائق بخشش کے چند مقامات سے نعتیہ اشعار سنائے اور اس پر بھرپور عالمانہ تبصرہ کرتے رہے جو انھیں کا حصہ تھا۔ داغ، غالب، امیر مینائی جیسے استاد شعراء کی مشکل زمین اعلحضرت کی نعت کا تقابلی جائزہ لیتے اور سر دھنستے رہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کمال کر دیا۔ غزل کی مشکل زمین پر اشعار وہ بھی نعتیہ اشعار جہاں دونوں طرف سخت حد بندی! اور خاص کر ایک رخ تو انھوں نے بہت سراہا وہ یہ کہ مختصر بحروں میں طبع آزمائی یہ بہت دشوار ہے۔ اس زمین پر طبع آزمائی اور کامیاب طبع آزمائی صرف خواجہ میر درد کا خاصہ رہا ہے۔ مگر یہاں تو خواجہ میر درد بھی پانی بھرتے نظر آرہے ہیں مختصر بحروں میں اتنی شاندار طبع آزمائی اتنی سبک خرامی اور بھرپور معنویت کے ساتھ!

پھر وہ حدائق بخشش کو ہاتھ میں لیکر مختصر بحروں میں اعلٰحضرت کی نعت بڑے ہی وجد و کیف کے عالم میں جھوم جھوم کر سناتے اور اس پر عالمانہ تبصرہ کرتے رہے۔

"سب سے اول سب سے آخر" مولانا! یہ ایک مصرعہ مکمل ہو گیا اور دو لفظوں میں پورا شعر یوں مکمل ہوتا ہے۔ "ابتداء ہو انتہا ہو" حد کر دی مولانا مرحوم نے ایجاز کی پھر مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولانا آپ تو عالم فاضل ہیں، ہم جیسے لوگ بھی اس شعر کی تشریح کرنے بیٹھ جائیں تو صفحات کے صفحات بھر جائیں!

میں نے مقررہ وقت کے پیش نظر کئی بار بساط کلام کو سمیٹ کر اجازت لینی چاہی۔ مگر انھوں نے اٹھنے نہیں دیا۔ فرمایا بھول جائیے دئے ہوئے وقت کو کہاں روز ایسی مجلس میسر ہو گی۔

پھر اسی نعت کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے پڑھنے لگے۔

سب بشارت کی اذان تھے
تم اذان کا مدعا ہو
سب تمھارے در کے رستے
ذات حق تک تم رسا ہو
سر مکتوم ازل میں
در مکنون خدا ہو

سر مکتوم ازل پر ان کی تشریح سے میں خود بھی بہت محظوظ ہوا اور اسلامیات پر ان کے وسعت مطالعہ کا معترف بھی اور جب وہ نعت کے اس شعر پر پہونچے تو مچل اٹھے اور اس کی اتنی بار تکرار کی کہ جیسے گراموفون کی سوئی ایک جگہ پر رک گئی ہو۔

سب تمہاری ہی خبر تھے

تم موخر مبتداء ہو

اور پھر جب موخر مبتداء کی نحوی ترکیب کی اور اس پر روشنی ڈالی تو میں عش عش کر رہا تھا اور ان کی وسعت اطلاع کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔

اعلیٰحضرت کی اس صنعت اعجاز پر ان کی خصوصی دلچسپی دیکھ مجھے حوصلہ ہوا اور میں نے عرض کیا۔ جناب عالی ابھی اس صنعت پر جو آپ نے روشنی ڈالی اس سے میری بھی معلومات میں قدرے اضافہ ہوا۔ تو پھر ایک صنعت کی طرف اور آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے استفادے کی غرض سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی اس لائبریری میں رکھے ہوئے ان سیکڑوں دواوین میں اس کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ (چونکہ ابھی دنوں میں اپنی تصنیف "امام شعر و ادب" سے تازہ تازہ فارغ ہوا تھا۔ اسلئے شعر و سخن کی اصناف اور صنائع بدائع بہت حد تک مستحضر تھیں) میں نے صنعت اتصال تربیعی کا ذکر کیا اور پھر روشنی ڈالتے ہوئی کہا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں کے کلام میں یہ صنعت بھی پائی جاتی ہے۔ اور مثال میں فارسی زبان کی وہ منقبت جو آپ نے محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی، محی الدین گیلانی حضرت سیدنا و مرشدنا مولانا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا ہے۔

جات بالا تر زو، ہم جاتھا

جاتھا خود ہست، بہر پائے ہا

پائے ہا چہ بود کہ سر باز یر پات

پات ہم کے چوں فرود آئی زجات

میں نے کہا یہ صنعت اتصال تربیعی کی ایک اعلیٰ مثال ہے جو امام احمد رضا بریلوی کے کلام میں پایا جاتا ہے شعر و ادب کے موضوع پر چونکہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے اسلئے میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے علم میں کوئی صاحب دیوان شاعر ایسا ہے جس کی یہاں یہ صنعت بھی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے بڑی فراخدلی کے ساتھ اعتراف کیا کہ مجھے اس وقت کوئی صاحب دیوان شاعر ایسا نہیں یاد آرہا ہے کہ جس کے

یہاں یہ صنعت ہو البتہ اس صنعت پر اردو زبان کی ایک مثال مجھ سے سن لیجئے مگر واضح رہے کہ شاعر گمنام ہے اور صاحب دیوان نہیں! پھر انھوں نے اسی صنعت پر ایک نفیس کلام پیش کیا۔ جو کافی عرصہ گذر جانے کی وجہ سے نہ وہ شاعر یاد رہ گیا اور نہ ہی اس کا کلام پھر روئے سخن نعتیہ شاعری کی طرف اور آگے بڑھا اور انھوں نے جان محمد قدسی علیہ الرحمہ اس مطلع کو کافی سراہتے ہوئے کہا

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی

دل و جان بعد فدایت چہ عجب خوش لقبی

محمد جان قدسی وگیتا صاحب محمد جان ہی کہتے تھے کی یہ نعت ایسی مشہور ہوئی کہ دلی اور اس کے اطراف کے ڈیڑھ سو مشہور شعراء نے اس پر تضمین کہی جو اس نام سے ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی ہو چکی ہے میں اس کتاب کا نام بھی بھول چکا ہوں۔ اے کاش مجھے اس وقت اگر یہ ذرا بھی احساس ہوتا ہے کہ اس علمی و ادبی ملاقات کو مجھے قلمبند بھی کرنا پڑے گا تو میں اس کے جزئیات تک قلم بند کر لیتا اگر ایسا ہو گیا تو اس علمی و ادبی مزاکرے کو ایک مبسوط مقالے کی شکل دی جا سکتی تھی۔

اس کے کچھ ہی دنوں بعد یہاں بمبئی میں ادارہ المیزان کی طرف سے ایک عظیم تاریخی اور مبسوط امام احمد رضا نمبر کی تیاریاں شروع ہو گئیں جسے خوب سے خوب تر بنانے کے لئے اس وقت کی مشہور صاحب قلم محترم مکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مبارکپوری مرحوم ابن بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی کی خصوصی خدمات حاصل کی گئیں۔ انھیں ایام میں ایک روز علامہ مصباحی مجھ سے ملنے تشریف لائے۔ اور انھوں نے مجھے یہ خوش خبری سنائی کہ خانوادہ اشرفیہ سرکار اعلحضرت پر ایک عظیم و تاریخی نمبر نکلنے جا رہا ہے۔ جس کے لئے خطوط متعین ہو چکے ہیں اس کا ایک خاکہ تیار ہو چکا ہے۔ اس کے لئے مجھے خصوصی طور پر مبارکپور سے بلوایا گیا ہے۔ اور اس پر کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ مگر وہ محفل میرے لئے بڑی اجنبی و نامانوس ہے۔ میں بڑی تنہائی و بوریت محسوس کرتا ہوں کبھی کبھی جیلانی میاں صاحب کام کی دیکھ دیکھ کے لئے آجاتے ہیں تو چہرے پر رونق آجاتی ہے ورنہ وہی بے نام سی اداسی و تنہائی وہاں اپنے ہم جنسوں کی صورت کبھی کبھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اگر آپ میرا ساتھ دیدیں تو ایک بڑا کام ہو جائے گا۔ ورنہ میں یہ تنہائی نہیں جھیل پاؤں گا اگر میں چلا گیا تو یہ کام التوا میں پڑ جائے گا میں نے انھیں ڈھارس بندھائی اور یقین دلایا چلئے میں قدم بہ قدم آپ کے ساتھ ہوں پھر میں بالالتزام جب تک کام مکمل نہیں ہو گیا بعد نماز عشاء سے لے کر رات ایک کبھی دو بجے تک ہم لوگ بھرے رہتے اور اس نمبر کی ترتیب اور اس کے نوک و پلک سنوارنے میں مصروف

رہتے ۔ علامہ سید جیلانی میاں اپنے متحرک و فعال ساتھیوں کے ہمراہ نمبر کی طباعت مضامین کی حصولیابی اور امام احمد رضا کانفرنس کی تیاریوں اور ان مراحل کو کامیابی کے ساتھ طئے کرنے میں مصروف تھے ۔

یسین انصاری مرحوم جو اسی سال غریق رحمت ہوئے ہیں یہ حضور مفتی اعظم کے مرید تھے انھوں نے اس نمبر اور کانفرنس کے سلسلے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا تھا ۔ مدنپورہ کی اہم ترین شخصیت میں ان کا شمار تھا ۔ تنہا اپنی ذات میں وہ ایک انجمن تھے اور ان کا دماغ ہر دم بیدار رہتا تھا ۔

اس سارے ہنگامہ شوق کے انتظامیہ کی حقیقی باگ ڈور انھیں کے ہاتھوں میں تھی حالات کی نبض پر بڑی مہارت کے ساتھ انھیں انگلیاں رکھنا آتا تھا ۔ اس کار عظیم کے لئے علامہ سید جیلانی میاں کے مشورے سے مولانا مصباحی صاحب ایک بلند معیار مقرر کر چکے تھے ۔ میرے ذمہ انھوں نے یہ میڑھا و نازک کام سپرد کیا تھا کہ جو بھی مقالہ غیر معیاری پائیں اس پر بڑی بے دردی سے قلم چلا دیں ۔ ہمیں لکھنے والوں کی دلجوئی ہی کو صرف نہیں دیکھنا ہے ۔ بلکہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو اسلامیان ہند و پاک کے دانشکدوں، جامعات اور لائبریریوں کو ایک قیمتی تاریخی و دستاویزی سرمایہ بھی دینا ہے اس کے باوجود اس تاریخی نمبر میں کچھ مضامین ایسے بھی شامل ہوگئے جو مولانا مرحوم کے مقرر کردہ بلند معیار سے قدرے کم ہیں ۔ اور یہ شاخسانہ ہے مولانا کی فطری نرم روئی، نرم خوئی، نرم دلی کے سبب خیال خاطر احباب کا ۔ میں نے انھیں مسترد کرنے کے لئے قلم چلانے سے پہلے مولانا کی طرف دیکھا تو بڑی دھیمی و میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا ۔ برسوں ہوئے مولانا اپنے رب کی بارگاہ رحمت میں آرام فرما ہیں مگر سچ یہ ہے کہ اس عظیم نمبر کے حسن ترتیب اس کی آراستگی اور اسے تاریخی و دستاویزی بنانے میں مولانا محمد احمد مصباحی مرحوم کا خون جگر شامل ہے ۔ انھیں نہ تو نام و نمود کی طلب تھی نہ ستائش کی تمنا نہ داد و تحسین کی پرواہ انھیں ایک عظیم کام کرنا تھا سو وہ کر گزرے ۔ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء بغیر حساب سواد اعظم اہل سنت و جماعت خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ بالخصوص خانوادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی کا ممنون و مشکور و احسان مند ہے کہ انھوں نے المیزان کے امام احمد رضا نمبر کے ذریعے جو عظیم علمی، تاریخی و تعمیری کارنامہ انجام دیا ہے ۔ وہ آج بھی بے مثال ہے اور جہاں رضا کے لئے ایک بڑا سنگ میل بھی!

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس نمبر کے لئے میں نے مولانا مصباحی سے مشورہ کیا تھا کہ المیزان کی طرف سے ایک رجسٹرڈ خط کالید اس گیتار رضا کے پاس جائے جس میں ان سے امام احمد رضا پر ایک مقالے کی فرمائش ہو ۔ علامہ

مصباحی صاحب نے پوچھا کیا گپتا صاحب اعلیٰ حضرت سے متعارف ہیں میں نے جواب میں اپنی تفصیلی ملاقات کا تذکرہ کر دیا اور بتادیا کہ گپتا صاحب سے میرے مراسم بھی ہیں یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا مولانا اگر انھوں نے اعلیٰ حضرت پر کوئی مقالہ لکھ دیا تو اس سے اس نمبر کا وزن بڑھ جائے گا میں فوراً ان کی خدمت میں ایک رجسٹری مکتوب بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ ادھر میں نے مولانا مصباحی صاحب سے خط لکھوایا اور ادھر میں نے براہ راست گپتا رضا صاحب سے خصوصی گذارش کی اور اس انداز میں محبانہ اصرار کیا کہ انھوں نے خوش ہو کر لکھنے کا وعدہ فرمالیا۔ بالآخر وہ خوبصورت مقالہ زینت نمبر ہوا جس کا عنوان "مولانا احمد رضا خاں بحیثیت شاعر" ہے۔ جس کی اشاعت بار بار ہوئی اور بر صغیر ہند و پاک کے علاوہ پورے جہاں رضا میں اسے سر آنکھوں سے لگایا گیا۔ بے شک یہ جہان رضا میں جہانِ رضا کے لئے ایک خوبصورت اور شاندار اضافہ ہے اس مقالے میں جگہ جگہ میرے ساتھ اس ادبی مذاکرے کی صدائے بازگشت بھی ہے۔

اردو زبان و ادب کے نامور محقق ادیب، نقاد، شاعر و مصنف جناب کالیداس گپتا رضا آج بھی بقید حیات ہیں اور اردو ادب کی خدمت میں مصروف اب تو وہ دنیائے ادب کے لئے یہاں ہندوستان میں ایک تبرک کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں مگر پھر بھی ان کا علمی، ادبی قلمی سفر جاری ہے اعلحضرت پر جو مقالہ انھوں نے سپرد قلم فرمایا تھا اسے اپنی ایک تصنیف "سہو و سراغ" میں بھی شامل اشاعت کر چکے ہیں۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ایک عظیم مصنف کی طرف سے ایک یادگاری تحفہ کے طور پر محفوظ ہے۔ گپتا رضا صاحب نعت کے بھی ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی نعتوں کا ایک مجموعہ اچھا خاصا بہت پہلے اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ ایک ملاقات میں انھوں نے بتایا تھا کہ افریقہ سے انتقال مکانی کے وقت میرے بہت سارے مسودے ادھر سے ادھر ہو گئے اور میری نعتوں کی ایک بیاض بھی کہیں کھو گئی۔ ورنہ نعتوں کا یہ مجموعہ اچھا خاصا ضخامت لیے ہوتا۔ ان کا نعتیہ کلام فکری طہارت کے ساتھ ہی اخلاص و عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہ ہے دامن یہ گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

بقیہ :- مظلوم مفکر
رضا۔ ایک مظلوم مفکر" کے عنوان سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔ انشاء اللہ۔ جب تک کیلئے انتظار کیجیے)

قیامت کب آئے گی؟

از:- افاضات امام احمد رضا محدث بریلوی

ترتیب:- اقبال احمد اختر القادری (کراچی)

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قیامت کب ہوگی اس راز کو تو رب کائنات عزوجل ہی جانتا ہے۔

واحصٰی کل شیء عددا۔ (سورہ الجن، ۲۸)

ترجمہ: "اور اس (اللہ) نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے"

وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مطلع ہیں۔

عٰلمُ الغیبِ فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً ہ الا من ارتضی من رسول۔ (سورہ الجن، ۲۶-۲۷)

ترجمہ: "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے"

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علماء کرام نے اس احادیث مبارکہ کی روشنی میں حساب لگایا تھا کہ یہ امت ایک ہزار سن ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے انکار کیا اور ایک رسالہ "الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ الالف" تحریر فرما کر اس سے ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۹۱۱ھ میں وصال ہوا۔ انھوں نے اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا تھا کہ ۱۳۰۰ھ میں اس امت کا خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ ۱۳۰۰ھ گذرے ہوئے آج ۱۱۵ برس گذر گئے ہیں اور ابھی تک قیامت تو قیامت اس کی بڑی بڑی نشانیوں اور شرائط میں سے کچھ نہ

آیا۔ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بکثرت احادیث موجود ہیں کہ قبل از قیامت ظہور فرمائیں گے مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں۔ فقیر (احمد رضا) کو بعض علوم کے ذریعہ ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی اسلامی سلطنت باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں۔

ہم نے یہ دونوں وقت سید المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔

اللہ اکبر۔!

کیسا زبردست و واضح کشف تھا۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے "عثمان پاشا" سے لے کر قریب زمانۂ آخر تک جتنے اسلامی بادشاہ اور ان کے وزراء ہوں گے، رموز میں ان سب کا ذکر فرمایا۔ ان کے زمانے میں ہونے والے بعض اہم اور بڑے واقعات کی طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ اپنی اس تحریر میں کسی بادشاہ کا نرمی سے ذکر فرمایا ہے اور کسی پر حالتِ غضب کا اظہار کیا ہے۔

آپ نے اسلامی سلطنت کے ختم ہونے کی نسبت لفظ "ایقظ" فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ

"لا اقول ایقظ الھجریۃ بل ایقظ الجفریۃ"

ہم نے اس ایقظ جفری کا جو حساب کیا تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انہی کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہور امام مہدی علیہ السلام اخذ کئے ہیں، وہ اپنی رباعی میں فرماتے ہیں

اذا دار الزمان علی جروف ــــ بسم اللہ فالمہدی قاما

ویخرج فی الحطیم عقیب سوم ــــ الا فاقراء وعندی سلاما

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا تھا کہ کچھ مدت میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر

"اذا دخل السین فی الشین ظھر قبر محی لدین"

ترجمہ: جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی"

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان سلیم جب ملک شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں جاکر حاضری دی اور قبہ بنوایا جو زیارت گاہ عام ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کی عمر سات دن ہے اور میں اس کے پچھلے دن مبعوث ہوا۔

بقیہ ص ۴۷

امام احمد رضا۔ایک مظلوم مفکر

از:۔ عبدالستار ہمدانی (پوربندر۔گجرات)

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر۔ایک وسیع النظر مدبر۔عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر۔اپنے وقت کا ممتاز فقیہ العصر۔علم وعرفان کا بہتا سمندر۔جس نے دنیا کو عشق مصطفیٰ کا پیغام دیا۔کفر وارتداد والحاد سے امت مسلمہ کو بچایا۔جس کی زندگی کا سرور عظمت رسول۔جس کے دل کا قرار نعت رسول۔جس کے وجود کا ہر رونگٹا محوِ ثنائے رسول۔رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت کا یہ عالم کہ ذات رسول اور فرمان رسول کے مقابلے میں اس نے اپنے اور پرائے کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا۔آقا و مولی کے مرتبہ عظمیٰ کے شایان شان نہ ہو ایسا ایک جملہ تو درکنار بلکہ ایک لفظ بھی کسی نے کہا یا لکھا، وہ عاشق صادق اس کی تردید وتعاقب کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔یا کسی نے شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی ارتکاب کیا یا مہم چلائی وہ حق گو مجاہد نے بلا خوف لومۃ لائم اسکے خلاف صدائے حق بلند کی۔اس حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے وقت اس نے یہ نہ دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ شریعت کا ہی لحاظ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ اس جلیل القدر فقیہہ نے بہت سے گروہ کی دشمنی مول لی۔لیکن وہ ایسے دشمنوں سے بے پرواہ اور بے نیاز تھا۔کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں نہ لایا۔اسے ضرورت بھی کیا تھی کسی کو خاطر میں لانے کی۔کیونکہ وہ عاشقِ رسول تھا۔محبِ رسول تھا۔فدائے رسول تھا۔

اس کے علم کا لوہا غیروں نے بھی مانا۔اس کی فقہی بصیرت سب نے تسلیم کی۔عرب وعجم کے علماء میں مقبول ہوا، مرجع علماء بنا۔مجدد کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوا۔اپنے علم پر فخر کرنے والے بڑے بڑوں کو لاجواب کر دیا۔وہ کبھی لاجواب نہیں ہوا۔اس کے سامنے سب جواب دے چکے۔کیونکہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ہزاروں کتب وفتاویٰ کا مصنف۔ایک سو سے زیادہ فنون کا ماہر۔جس نے ہر فن کے ماہرین کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا "ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء" کا مظہر۔جو سراپا "اولئک کتب فی قلوبھم الایمان" کا منظر۔"وایدھم بروح منہ" سے فیضیاب "حزب اللہ" کا مجاہد اعظم۔"ھم الفائزون" کی بشارت سے سرخ رو۔حق گوئی کے میدان میں "وھم لا یفتنون" کے تحت ہر موڑ پر امتحان دیتا ہوا۔"وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"

کے صدقے میں ہر محاذ پر کامیاب ہوتا ہوا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء " پر کامل عمل کرتے ہوئے خشیت الٰہی سے کانپتا ہوا " ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم " سے مستفید و مستفیض ہو کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا اسوۂ حسنہ ۔ " حتی اکون احب الیہ " سے جذبۂ محبت اخذ کر کے " الا لا ایمان لمن لا محبت لہ " کی صدا بلند کرتا ہوا۔ آقا و مولیٰ کی عظمت و محبت میں سب کچھ نثار کرتا ہوا " موتوا قبل ان تموتوا " کے کیف میں سرشار ہو کر " مورا تن من دھن سب پھونک دیا " کہہ کر " یہ جان بھی پیارے جلا جانا " کی تمنا کرتا ہوا " کروں تیرے نام پہ جان فدا " کا ولولہ اور جذبہ جس کے دل کی عکاسی کرتا ہو۔ " لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ " کو جس نے اپنی زندگی کا آئین بنا کر اس پر سختی سے عمل پیرا ہو کر خدا اور رسول کے گستاخوں سے وہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک متنفر رہا اور اس کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے کہا کہ

دشمن احمد پہ شدت کیجئے — ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

قرآن سے اس نے " جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم " کا سبق سیکھا تھا۔ وہ سبق اسے اچھی طرح یاد تھا۔ وہ اس کا عامل کامل تھا۔ ساتھ ہی وہ اصحاب نبی کی عادت شریفہ " اشداء علی الکفار " کے نقش قدم پر چل کر " رحماء بینھم " کا بھی نمونۂ عمل تھا۔ اپنے دینی بھائیوں کے تحفظ ایمان و عمل اور سلامتی جان و مال کے لئے وہ ہمیشہ فکر مند رہا۔ اعدائے دین کی ستم ظریفی کا ازالہ کرنے کے لئے وہ ہر لمحہ متحرک رہا۔ اپنے آقا کی مدح و ثنا میں وہ عروج کی منزل تک پہنچ چکا تھا۔ " و تعزروہ و توقروہ " سے فیضیاب ہو کر " دم میں جب تک دم ہے، ذکر ان کا سناتے جائیں گے " کی آہنی صدا بلند کی۔ " مومن وہ ہے جو ان کی عظمت پہ مرے دل سے " کا جذبہ قلوب مسلمین میں نقش کر دیا۔ اور " لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے " کی امید و آرزو میں دنیوی زندگی کو " مزرعۃ الآخرۃ " کا حسین کردارِ عمل بنایا۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بیان کرنے کی تمنا میں اس کا دلکش تصور دیکھ کر بے ساختہ زبان سے درود و سلام جاری ہو جاتی ہے اور اس عاشق صادق کے ہمراہ ہم بھی یہی کہہ اٹھتے ہیں کہ

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

اور اس عاشق کے ساتھ ساتھ یہ تمنا پوری ہوتی ہوئی اس طرح پیش آئے کہ

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا — مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

" لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی " سے بارگاہ رسالت کا ادب سیکھا اور سکھایا۔

لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کو "ان تحبط اعمالکم" کی وعید صریح سے ڈرایا۔ "لا تقدمو بین یدی اللہ و رسولہ" سے حدود ادب کا خط استواء کھینچا۔ "ینادونک من وراء الحجرات" سے بارگاہ رسالت کا ادب و احترام باور کرایا۔ "و لا تجھروا بالقول کجھر بعضکم لبعض" سے مقام رسالت کی بلندی ثابت کر کے "ان سا نہیں انساں وہ انسان ہیں یہ" کا عالمگیر پیغام دیا۔ "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" کا صحیح مفہوم اخذ کر کے "ایمان یہ کہتا ہے کہ میری جان ہیں یہ" کا ایمان افروز درس دیا۔ وہ عاشق رسول تھا۔ عشق رسول میں دیوانہ تھا۔ لیکن ایسا فرزانہ تھا کہ "سجدے کو دل ہے بیقرار" کے جوش جنوں پر اس نے "روکئے سر کو روکئے" سے ہوش حدود کی لگام لگا کر "ہاں یہی امتحان ہے" کہہ کر پاس شریعت ملحوظ رکھا اور غلو سے محفوظ رہا۔ اپنی محبت کے جذبے کو اس نے جوش الفت اور ہوش شریعت کی سرحدوں کے مابین محدود رکھا اور "کذالک جعلناکم امۃ وسطا" پر عمل کرتے ہوئے ہوش و جوش کے درمیان رہتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ "اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ"

"کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک" کی ترجمانی ایسے نفیس انداز میں کی کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد

عشق رسول اس کے دل دھڑکن، اس کی حیات کا واحد سبب و مقصد تھا۔ اس کے جسم کا ہر ہر رونگھٹا محو عشق رسول و ثنائے رسول تھا۔ اسکی آنکھوں میں صرف عشق رسول کے جلوے سمائے ہوئے تھے۔ وہ زندہ تھا صرف روح عشقِ رسول کے سبب۔ اسکی زندگی کا مقصد پرچم عظمتِ رسالت کو لہرانا اور موت کی خواہش بھی دیدارِ رخِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف حاصل کرنے کیلئے

جان دے دو وعدۂ دیدار پر — نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

اور

قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے — جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

یہ صدائے دل اس کی آرزو اور تمنا کی نشاندہی کر رہی تھی۔ دیار نبی کے مقابل جنت کی فضا بھی جس کا دل بہلا نہ سکے اور وہ مضطرب ہو کر یوں پکار اٹھے کہ

جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا — اب تک کے ہر ایک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

بلکہ مدینہ سے بچھڑ کر جینا اور جی لینے کا تصور ہی اس کے لئے جان لیوا تھا کیونکہ

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہئے تو جناں والو — کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

اپنے آقا کا مقدس آستانہ جسکے لئے جائے قرار ، جائے پناہ ، جائے سکون ، جائے امن و امان تھا ۔ "ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ" ہی سے اس نے بہانگ دہنگ یہ کہا کہ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا — ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

اسی در سے اس نے سب کچھ پایا ۔ پوری کائنات اسی در سے تو پل رہی ہے ۔ اسی در مقدس کی یاد نے اسے ہر لمحہ بے چین و بے قرار بنا رکھا تھا

جان و دل ، ہوش و خرد ، سب تو مدینہ پہنچے — تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

یہاں اس کے لئے سب کچھ تھا ۔ کائنات کی سب سے محبوب ترین ، سب سے بلند درجہ زمین کا وہ حصہ جہاں پر آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ سلم کی تقدس مآب آرامگاہ ہے ، اس مقدس حصے نے پوری زمین کو شرف بخشا

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے — سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یہاں پر وہ مچل مچل کر رویا ۔ یہاں سے وطن واپس جانے کا خیال تک اس کے لئے ناقابل برداشت تھا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس — ستم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

اور یہ کہ

ہو گیا دھک سے کلیجا میرا — ہائے رخصت کی سنانے والے

یہیں پر اسے پڑا رہنا تھا ۔ چاہے اپاہج بن کر پڑا رہنا پڑے ۔ یہ ناتوانی بھی محبوب و مقبول ہے ۔ یہ ناتوانی کاش سبب بن جائے دائمی طور پر یہاں ٹھہر جانے کا ۔ اسی لئے تو کہا تھا کہ

اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں ، بلکتے ہیں — اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

اپنے آقا کا دیار اسے اتنا محبوب تھا کہ اس مقدس سرزمین کی عظمت و رفعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ پکار اٹھا کہ

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اپنے آقا کے مقدس شہر کی گلیوں کا اپنے آپ کو گدا کہنے کے ساتھ ساتھ شاہان دنیا کو بھی اس در مقدس کا منگتا قرار دیتے ہوئے وہ گنگنا اٹھا کہ

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ اس کے لئے جاں افزا اور روح پرور تھا ۔ یہاں کی ہر شئے اس کے لئے محبوب ،

محترم، معظم، مخدوم اور قربان ہونے کے لائق تھی - ارے! وہ تو اپنے آقا کے مقدس بلد کے سگان در کی خدمت میں اپنے دل کا ٹکڑا بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے، ہمیشہ آرزو مند رہا اور یہاں تک کہا

ان سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ — پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا

بلکہ وہ دل کے ٹکڑے سگان در محبوب کی نذر لائے ہوئے یہاں تک کہتا ہے کہ

اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم — دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں

اور ایک مقام پر تو یہاں تک اظہار محبت کرتے ہوئے کہا کہ

تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے — رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

وہ عشق کی اعلیٰ و ارفع منزل پر پہنچ چکا تھا - اس منزل پر پہنچنے کے بعد ہر عاشق کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ

نصیب دوستاں گر ان کے در پر موت آنی ہے
خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے

یقیناً یہاں پر مرنے والے کیلئے حیات جاویدانی اور دخول جنت دائمی ہے اور یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے طیبہ میں مرجانے کا جذبہ اور ولولہ اس انداز سے بیان کیا کہ

سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے — طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند

اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں عشق کے مہکتے پھول کھلاتے رہنا ہی اس کے قلب کا سکون تھا - یادِ محبوب میں وہ اتنا بے چین و بے قرار تھا کہ اس کی حیات اسی پر منحصر تھی -

جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں — جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا

ہجر کی آگ میں اسکا دل جل کر کباب ہو چکا تھا - اسی لئے تو کہا تھا کہ

جلی جلی بو سے اسکی پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشم والا
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

نعت گوئی کی راہ میں اس نے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار کیا - اسی نقش قدم پر چلتے چلتے اس نے "حسان الھند" کا لقب پایا - قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا اور یہ کہا کہ

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

اسرار و رموز حروف مقطعات کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے عشق رسول کے جام چھلکاتے ہوئے کہا کہ

ک گیسو، ہ دھن، ی ابرو، آنکھیں ع ص — کھیعص ان کا چہرہ نور کا

آیات قرآنی میں، بیان شدہ وہ مثالیں کہ جو بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھیں اسکی تفہیم صحیح دیتے ہوئے کہا کہ

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرے نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اور ایک جگہ تو اتنی بہترین تشریح فرمائی کہ

شمع دل، مشکوۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" کی ترجمانی میں اس کا نفیس انداز تو دیکھو کہ

وہ جو نہ تھے، تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

جیسے ایمان افروز الفاظ اس کی قلم کی نوک سے نکل کر زمین قرطاس پر ریحان بہشت کا سماں باندھ رہے ہیں۔ "انا من نور اللہ و کل من نوری" کا مفہوم صحیح بیان کرتے ہوئے وہ چہچہا اٹھا کہ "وہی نور حق، وہی ظل ربہ ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب۔ "قد جاء کم من اللہ نور" میں اسے اپنے آقا کی عظمت کا نور مبین ہی نظر آیا اور

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جیسا نورانی قصیدہ مرقوم فرما کر نورِ ایماں کو ضیاء بخشی۔ نورِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلووں سے وہ چمک اٹھا۔ نور مصطفیٰ کے جلووں میں وہ ایسا گم ہو گیا کہ

جس کو ان کے مکاں کا پتہ مل گیا — بے نشاں، بے نشاں، بے نشاں ہو گیا

کیونکہ وہ یہی چاہتا تھا۔ اپنے رب سے یہی مانگتا تھا کہ

ایسا گمادے ان کی ولا میں خدا ہمیں — ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

لیکن بے نشاں ہونے کے باوجود اس کا نشاں مٹا نہیں کیونکہ

بے نشانوں کا نشاں مٹا نہیں — مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائیگا

اور اس کا نام ایسا بلند ہوا کہ اس کا نام معیارِ اہلسنت بن گیا۔ حق و باطل کے درمیان اس کا نام "فاروق" کی حیثیت حاصل کر گیا۔ اسکا نام سنتے ہی صفِ باطل میں ماتم چھا جاتا ہے۔ دشمنانِ رسول اسکا نام سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ اس کی قلم میں "جلال فاروقی" اور "شجاعت حیدری" کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور وہ

وہ بارگاہ رسالت مآب کے گستاخوں کو اپنی قلم کی برق باری سے آگاہ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار — اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کینہ اور بغض رکھنے والے شاتم اور شریر گروہ کے قلعے یہ کہہ کر اس نے منہدم کر دیئے کہ

حشر تک ڈالینگے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم — مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائینگے

باطل فرقوں کے قلعے گرانے میں وہ ایسا شجاع تھا کہ اس کی قلم کی ہیبت "سیف اللہ" کی طرح باطل کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اسکی قلم کی ضد میں جو بھی دشمن خدا و دشمن رسول آیا، اس کی حالت یہ ہوتی تھی کہ

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے، کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار وار سے پار ہے

رضا کے نیزے کی مار کا زخم کبھی بھرا ہے، نہ کبھی بھرے گا۔ کیونکہ اس نے اپنے ذاتی دشمنوں پر کبھی بھی وار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ذاتی دشمنوں کو تو اس نے دعائیں دی اور انکی ہدایت کیلئے بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہو کر التجائیں کیں اور یہاں تک کہا کہ

حسد سے ان کے سینے پاک کر دے — عبث ان کے دل میں غل ہے یا غوث

اور

کر دو عدو کو تباہ، حاسدوں کو رو براہ — اہلِ ولا کا بھلا تم پہ کروڑوں درود

البتہ! دشمن رسول کو کبھی نہیں بخشا۔ نہ اس کی کوئی رعایت کی۔ "الحب للہ والبغض للہ" کی زندہ نظیر بن کر بارگاہ رسالت کے گستاخوں پر وہ قہرِ جبار کی بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا اور یہاں تک کہا کہ

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیئے

حق اور باطل کی قلمی جنگ میں اس نے باطلوں کو دلیری سے للکارا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب — اس برے مذہب پہ لعنت کیجیئے

باطل طاقتوں کے سامنے وہ تن تنہا مقابل تھا۔ وہ صرف ایک تھا۔ مخالفین کی تعداد کثیر تھی۔ اعدائے دین، حاسدین اور نفس پرور عناصر اسکے مقابلے میں متحد تھے۔ لیکن وہ یہ کہہ کر

ایک طرف اعدائے دیں، ایک طرف ہیں حاسدین ۔ بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود

اپنے آقا کی بارگاہ میں استغاثہ کرتا تھا اور اپنے آقا و مولی کی اعانت پر اتنا مشتاق تھا کہ زبان حال سے یہ کہتا تھا کہ "پلہ ہلکا ہی، بھاری ہے بھروسہ تیرا" دنیاداروں نے اسکے خلاف ایک منظم محاذ تشکیل دیا تھا اور اسکو نیست و نابود کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اسے اپنے آقا و مولی کی پشت پناہی اور دستگیری پر کامل یقین و اعتماد تھا۔ جسکا اظہار کرتے ہوئے ہی اس نے کہا کہ

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

" ۔۔۔ مخالفین کو اہل دول و ثروت کا تعاون حاصل تھا۔ حکومت کی پشت پناہی میسر تھی۔ سیاسی جماعتوں کی حمایت شامل حال تھی۔ اسکے باوجود اس کا بال بیکا تک نہ ہوا۔ وہ ان اہل دول و ثروت و صاحب اقتدار کے سامنے کبھی نہیں جھکا، نہ ان کی مدح و ثنا کی بلکہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارہ ناں نہیں

کہہ کر دنیا کو اعتراف کرا دیا کہ۔ ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے ۔۔۔ دنیا کا تاج

جسکی خاطر مرگئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

اسکی قوت، طاقت حمایت، نصرت کا سب مدار اپنے آقا و مولی کے فضل و کرم پر تھا۔ اور اس وجہ سے بہت ہی قوی تھا۔۔ کیونکہ اس نے اپنے آقا و مولی سے اتنا زیادہ پایا تھا کہ اپنے آقا کی عطا کے مقابلے میں وہ دنیا کے داتاؤں کو ہیچ سمجھتا تھا اور اسی لئے اس نے علی الاعلان للکارتے ہوئے کہا کہ

کون دیتا ہے، دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

"اذا جاء نصر اللہ" اور "نصر من اللہ و فتح قریب" کے طفیل میں اس نے ہمیشہ "فتح مبین" حاصل کی"۔ فئۃ قلیل" کے زمرے میں ہوتے ہوئے، "غلبت فئۃ کثیرہ" کی تصدیق کرتے ہوئے "من اللہ منصور" ہو کر "جاء الحق" کی شان بشارت سے "وزھق الباطل" سے باطلوں کی بڑی بڑی جماعتوں پر غالب ہوتا رہا "فقیہ واحد" کی جلالت شان کے ساتھ اشد علی

الشیطان " کے معاملے وہ "من الف عابد "یعنی کہ ہزاروں عابدوں کے بجائے لاکھوں عابدوں سے بھی شیطان کے لئے بھاری تھا۔ شیاطین زمانہ کیلئے وہ اکیلا ہی کافی تھا۔ کیونکہ وہ "یبعث لہذا الا مہ " کے تحت دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ اس نے "من یجدد لھا امر دینھا " کی خبر کو ثابت کر دیا ادیانِ باطل کے عقائد و نظریات کی اس نے دھجیاں اڑا دیں۔ گمراہیت و بیدینی کی آندھی کے سامنے وہ ڈٹ کر جما رہا۔ اسکے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہیں آیا۔ ملت کی ناؤ کو منجدھار سے نکال کر، طوفانی موجوں اور مخالف ہواؤں کے تھپیڑوں سے، بچابچا کر سلامتی کے ساتھ کنارے تک لایا۔

مگر! آہ!!

ملت اسلامیہ کا وہ عظیم محسن حوادث زمانہ کا شکار بنادیا گیا۔ اسکی عظیم دینی اور بے مثال تصنیفی خدمات کو ایک منظم سازش کے تحت گمنامی کے پردے میں پوشیدہ کر دینے کی کوشش کی گئی۔ اس پر طرہ یہ کہ اسکی عظیم خدمات کو داد تحسین دینے کے بجائے اسکے برعکس اس پر غلط غلط الزامات تھوپے گئے۔ بے بنیاد افتراؤں کے ذریعہ بدنام کرنے کی تحریک میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ افواہ اور جھوٹے پروپگینڈے کی راہ اختیار کر کے اسکی شخصیت کو مجروح کرنے کی سعئ ناکام کی گئی۔ پریس اور دیگر وسائل کے ذریعہ غلط الزامات کی اتنی تشہیر کی گئی کہ حقیقت سے ناآشنا عوام تو عوام بلکہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اسکا شکار ہو گیا اور غلط آراء و نظریات میں مبتلا ہو گیا۔ یہ سب اسلئے کیا گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اصولی اور فروعی مسائل میں ہر فرقۂ باطلہ کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تردید میں میں جو تصنیفی کارنامہ انجام دیا ہے وہ قرآن۔ حدیث اور کتب معتمدہ و معتبرہ کے دلائل کی روشنی میں اتنا اعلیٰ معیار کا ہے کہ جسکا جواب دینے سے آج تک تمام فرقۂ باطلہ کے علماء و مصنفین عاجز اور قاصر ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی معرکۃ الاراء تصانیف کا جواب نہ لکھ سکنے کی اپنی کمزوری کو ڈھانپنے کی غرض سے ایک آسان راہ یہ اختیار کی گئی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کو فراموش کر دیا جائے اور انکی شخصیت پر حملے کئے جائیں کیونکہ یہ بات شواہد سے ثابت ہے کہ جب کسی شخص کی ذات مجروح کر دی جائیگی، تو اسکی کتابیں بھی خود بخود مجروح اور ناقابل مطالعہ کر دی جائیگی، کیونکہ جب مصنف کے متعلق یہ بات عام کر دی جائے کہ وہ ایک تنگ نظر، جنگ جو، شدت پسند، مشتعل، متعصب، بدعات و منہیات کا موجد، متکبر، ترش رو، تفریق بین المسلمین کا علمبردار، فتنہ پرور، تکفیر مسلمین میں بیباک، علم و ادب سے ناآشنا، وغیرہ تو اسکا اثر یہ پڑتا ہے کہ اسکی تصانیف پر التفات نہیں کیا جاتا بلکہ اجتناب کیا جاتا ہے۔ اور جب اسکی تصانیف سے بھی پرہیز کیا جائیگا تو پھر ان تصانیف

میں بکھرے ہوئے ایمانی، علمی، ادبی، فنی، اور روحانی جواہرات سے کیونکر آگہی ہوگی اور کیونکر عقائدی اور علمی اصلاح ہوگی۔

لمحۂ فکریہ

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے اتنا تشدد کیوں برتا جاتا ہے؟ مختلف کئی سمتوں سے یک بارگی حملے کیوں کئے جاتے ہیں؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جن فرقوں میں آپس میں اتنے شدید بنیادی اختلافات ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے وجود کو بھی گوارا نہیں کرسکتے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے مقابلے میں وہ متحد ہیں۔ اپنے آپسی اختلافات کو عارضی طور پر فراموش کرکے، بڑے ہی شدومد کے ساتھ وہ تمام فرقۂ باطلہ ایک متحدہ محاذ کے تحت امام احمد رضا پر الزامات و افتراعات پر مشتمل کذب بیانی کا سہارا لیکر حملہ آور ہیں۔ اس سے بڑھکر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ باطل کے اس متحدہ محاذ میں کچھ اپنے بھی شامل ہوگئے۔ حالانکہ وہ اپنے کہلانے والے اصولی عقائد کی صحت کو برقرار رکھتے ہوئے صرف ذاتی اور نفسیاتی مفاد کیلئے امام احمد رضا کے مخالف محاذ میں شامل ہوگئے۔ ان لوگوں کی شمولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں عقائد کے معاملے میں باطل فرقوں کا رد کرنے میں تامل نہیں کیا وہاں آپ نے خلاف شریعت ارتکاب کرنے والوں کا تعاقب کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کی بلکہ اپنے اور پرائے کا فرق کئے بغیر ان کے ان ارتکاب قبیحہ کی تردید میں نادر زمن تصانیف منظر عام پر لائے۔ ان تصانیف کا مناسب جواب تک دینے سے قاصر ان عناصر نے اپنے دلوں میں انتقام پیدا کیا اور اپنے کہلانے والوں نے بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدنام کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

الحمد للہ! حدیث کے فرمان کے مطابق ہر صدی میں مجدد تشریف لائے اور انھوں نے خداداد صلاحیتوں سے اپنے دور کے عظیم فتنوں کا سدباب کیا۔ اگر ہم مجدد اول حضرت عمر بن عبد لعزیز المتوفی ۱۰۱ھ) سے لیکر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) تک کے تمام مجددین کرام کے حالات زندگی کا جائزہ لینگے تو پتہ چلیگا کہ ان تمام نفوس قدسیہ نے تجدید واحیائے دین کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ حق گوئی کا فریضہ بخوبی انجام دیکر ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ ان تمام مقدس حضرات کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ایک بات یہ بھی واضح ہوگی کہ انھوں نے کٹھن سے کٹھن امتحانات دیئے۔ دین کے خلاف اٹھنے والے فتنے کا مقابلہ کرنے میں بادشاہ وقت سے بھی بھڑگئے

مشقتیں اٹھائیں، ظلم و ستم برداشت کئے، اپنی جان تک کی بازی لگادی۔ ہر دور میں کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھا۔ کبھی قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ فتنہ عظیم کی حیثیت سے ابھرا، کبھی دہریہ فتنہ، کبھی خارجی فتنہ، کبھی معتزلہ فتنہ، یہاں تک کہ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں "دین الٰہی" کا فتنہ ایک طوفان کی طرح اٹھا۔ لیکن ہر فتنہ کی گمراہی سے ملت کے ایمان کا دفاع کرنے کیلئے ضرورت کے پیش نظر ہر دور میں دین و ملت کے حامی "مجدد" کی حیثیت سے تشریف لائے اور خدمت دین واحیاء دین کا فریضہ بخوبی انجام دیا۔

لیکن!

امام احمد رضا محدث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کے حالات زندگی کا اگر ہم جائزہ لینگے تو حیرت انگیز تفصیلات معلوم ہونگیں۔ امام احمد رضا کے قبل جتنے بھی مجدد ہوئے ان میں اور امام احمد رضا میں ایک نمایاں فرق نظر آئیگا کہ ماضی کے مجددین کے زمانے میں ایک۔ دو یا زیادہ سے زیادہ چار پانچ فتنے تھے۔ ان تمام فتنوں کا ان حضرات نے احسن طریق سے تدراک فرمایا، لیکن امام احمد رضا کے دور میں جو فتنے تھے ان کی ایک طویل فہرست مرتب ہوگی۔ علاوہ ازیں ایک اور بھی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے دور میں جو فتنے اٹھے تھے ان فتنوں کو در پردہ ایسی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی کہ ظاہراً ان کا مقابلہ کرنا مشکل سے مشکل مرحلہ تھا۔ لیکن "قل جاء الحق وزهق الباطل" کے صدقے اور طفیل میں حق کو فتح و نصرت اور باطل کو شکست و ذلت حاصل ہوئی۔ امام احمد رضا پر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل و کرم تھا اور اسی وجہ سے وہ ہر محاذ پر کامیاب اور فتح مند ہوئے امام احمد رضا کا بارگاہ رسالت میں مندرجہ ذیل استغاثہ قابل غور ہے۔

ایک طرف اعدائے دیں، ایک طرف ہیں حاسدین ـــ بندہ ہے، تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود
کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو، میں تم پر فدا، تم پہ کروڑوں درود

خیر! المختصر! امام احمد رضا کے دور میں جو جو فتنے شباب پر تھے ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔
فتنۂ غیر مقلدیت ○ فتنۂ نیچریت ○ فتنۂ نجدیت و وہابیت ○ فتنۂ فرقۂ اہل قرآن ○ فتنۂ قادیانیت ○ فتنۂ دارالندوہ ○ فتنۂ فلسفۂ قدیمہ ○ فتنۂ وقوع کذب باری تعالیٰ ○ فتنۂ انکار شفاعت ○ فتنۂ روافض ○ فتنۂ معتزلہ ○ فتنۂ فلسفۂ جدیدہ ○ فتنۂ انکار سماعِ موتیٰ ○ فتنۂ خلافت عثمانی ○

○ فتنہ انکار ختم نبوت ○ فتنۂ خاکساری فرقہ ○ فتنۂ ترک قربانی گائے ○ فتنۂ جواز سجدہ تعظیمی ○ فتنۂ عدم جواز میلاد و قیام ○ فتنۂ انکارِ معراج جسمانی ○ فتنۂ ترک موالات ○ فتنۂ آریہ (سدھی کرن) ○ فتنۂ اتحاد عن المشرکین ○ فتنۂ عدم جواز تعظیم آثار مقدسہ ○ فتنۂ عدم جواز کتابت بر کفن ○ فتنۂ توھین حضرت امیر معاویہ ○ فتنۂ دار الحرب ○ فتنۂ انکارِ علم غیب انبیاء و اولیاء ○ فتنہ انکارِ حیات انبیاء ○ فتنۂ جوازِ علم غیب ○ فتنۂ جوازِ تعزیہ داری ○ فتنۂ جواز سماع مع مزامیر ○ فتنۂ اذان ثانی ○ فتنۂ اذان قبر ○ فتنۂ عدم جواز معانقہ و مصافحہ عید ○ فتنۂ عدم جواز تعمیرات مزارات اولیاء ○ فتنۂ عدم جواز تقبیل ابھامین ○ فتنۂ جواز زکواۃ برائے سادات کرام ○ فتنۂ حلت اکل زاغ ○ فتنۂ قرطاس دراہم ○ فتنۂ مساوات عن النبی ○ فتنۂ حرکت زمین ○ فتنۂ خروج نساء برائے زیارت قبور ○ فتنۂ امکان ظل نبی ○ فتنۂ صلاۃ جنازہ غائب ○ فتنۂ نکاح مع المرتدین ○ فتنۂ عدم جواز تعیین فاتحہ ○ فتنۂ تنقیص رسالت ○ فتنۂ عدم اعتقاد اختیارات انبیاء و اولیاء ○ فتنۂ نفاذ شرک در باب ندا و استغاثہ ○ فتنۂ نفاذ شرک فی الاسماء ○ فتنۂ حرمت اکل روسر ○ فتنۂ حرمت منی آرڈر ○ فتنۂ خلافت کمیٹی ○ فتنۂ تنازع در رویت ہلال ○ فتنۂ فرق بین شریعت و طریقت ○ فتنۂ اکل اشیاء حرام عن الذبیحہ ○ فتنۂ حرمت ذبیحہ للاولیاء

الغرض مذکورہ بالا فتنوں کے علاوہ سینکڑوں دیگر فتنے بھی عام ہو چکے تھے۔ بعض کا تعلق اصول دین سے تھا اور بعض کا تعلق فروغ دین سے تھا بعض فتن اہلسنت و جماعت کے کہلانے والے افراد کے اٹھائے ہوئے تھے۔ اور بقیہ اکثر فتن عقائد باطلہ ضالہ پر مشتمل فرقوں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔ جن میں کے اکثر کا تعلق اصل دین سے تھا یعنی کہ اس کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے ایمان اور کفر کے احکام صادر ہونے کا مدار تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ رونما ہوتا تھا۔ کسی فتنے کا موجد کوئی مولوی ہے۔ کسی کا بانی کوئی پیرزادہ ہے۔ کسی کا ناصر کوئی حاکم ہے، کسی کا ناشر کوئی ادیب ہے، کسی کا مددگار کوئی سجادہ نشین ہے، کسی کا محرک کوئی صوفی ہے، کسی کا سرپرست کوئی مذہبی رہنما ہے، کسی کا قائد کوئی خادم قوم ہے، کسی کا موید کوئی سیاسی لیڈر ہے، کسی کا مقوی کوئی ماہر فن ہے، کسی کا والی کوئی نواب ہے، کسی کا مہدی کوئی فلسفی ہے، کسی کا کیمیاساز کوئی سائنسداں ہے، الغرض سماج کے ہر طبقے سے کوئی نہ کوئی بانی فتنہ تھے۔ ان کے زیر اثر لوگ اپنی حسب استطاعت اسکی تشہیر کرتے تھے۔ عوام عجیب ذہنی الجھن میں مبتلا تھے۔ ہر طرف سے اپنے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کی صحت و صداقت ثابت کرنے کیلئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال کیا جاتا تھا۔ سلف صالحین کی کتب معتمدہ و معتبرہ کی

عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنے مفاد کا مفہوم نکالنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ حق اور باطل کا فرق کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ ماحول اتنا پراگندہ ہو گیا تھا۔ کہ اہل فہم و بصیرت رو رو کر بارگاہ خداوندی میں دست بدعاء تھے۔ گڑگڑا کر ملتجی تھے کہ کوئی مرد مجاہد اٹھ کھڑا ہو اور ان فتنوں کا قلع قمع کرے۔

الحمد للہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کی رہنمائی کیلئے اپنا ایک بندہ خاص مبعوث فرمایا اور اسے علوم وفنون میں کمال مہارت عطا فرما کر مجدد کے اعلیٰ منصب پر فائز و سرفراز فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں مذکورہ بالا جو جو فتن رائج تھے اسکا تدراک و تعاقب آپ نے ایسے حسن اسلوبی سے فرمایا کہ جسکی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے اپنی معرکۃ الآراء تصانیف میں علوم و فنون کے جو دریا بہائے ہیں اسکی گہرائی ابھی تک کوئی ناپ نہیں سکا۔ یہاں تک کہ تمام فرقۂ باطلہ متحد و مجتمع ہو کر بھی امام احمد رضا کے سامنے علمی جنگ میں ٹھہر نہ سکے۔ انھیں مجبور ہو کر اپنے ہتھیار ڈالنے پڑے میدان علم کی یلغار سے راہ فرار اختیار کرنے والے ندامت وانتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ اور تڑپ رہے تھے۔ مگر کیا کریں؟ اور کیا کرسکتے تھے؟ کیونکہ ان کے دلائل ضعیفہ نرم لوہے کی تلوار کی مانند کند ہو چکے تھے۔ براھین باطلہ کے نیزے ٹوٹ گئے تھے۔ کلک رضا "ذوالفقار حیدری" کے جوہر دکھارہی تھی۔ جو بھی اسکی ضد میں آتا تھا۔ وہ آناًفاناً گاجر مولی کی طرح کٹ کے آب وگل میں تڑپنے لگتا تھا۔ جیش جبار کے اس عظیم مجاہد کی تاب نہ لاسکنے والوں نے اب بزدلانہ و منافقانہ راہ اختیار کی اور ایک منظم و مستحکم سازش کے تحت بے بنیاد، غلط، جھوٹے، مصنوعی، اختراعی، قیاسی، خوابی، اجہاسی، اور الزامی بہتان کے تیروں سے آپ کے دامن کو چھلنی کرنا شروع کیا۔ اپنی تمام جماعتی، تنظیمی، تصنیفی، اجتماعی، اشاعتی، صحافتی، تعلیمی، تدریسی، عملی، مالی، ملکی، ثروتی، سیاسی، سماجی، قولی قلمی، فعلی، اور جانی توجہات کو اپنی تمام تر قوت، طاقت، صلاحیت، وسائل اور اقتدار کے تعاون کے ساتھ صرف امام احمد رضا کو غلط و بے بنیاد غایت درجہ کوشاں رہے کہ کسی نہ کسی طرح امام احمد رضا کو غلط و بے بنیاد پروپگینڈا کا شکار بناکر ان کی علمی اور بین الاقوامی شخصیت کو مجروح کر دیا جائے کیونکہ اس کے علاوہ ان لوگوں کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ کیونکہ امام احمد رضا کے علم کا لوہا مسلم تھا۔ "عرب و عجم کے علماء کے مابین آپ کے علم کا چرچہ تھا۔ آپ آسمان علم میں درخشاں آفتاب کی مانند چمک دمک رہے تھے۔

بقیہ صد ۱۷

ا یہ مضمون ابھی نا تمام ہے۔ جناب عبد الستار ہمدانی صاحب کی محققانہ کاوش "امام احمد

امام احمد رضا اور عہد حاضر کے مسائل

علامہ محمد قمرالحسن بستوی (ہیوسٹن) امریکہ

یہ ایک امر مسلم ہے کہ ہر ربع صدی کے گزرتے گزرتے زمانے کی اقدار بدل جاتی ہیں اور کل کے واقعات تاریخ کے اساطیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہر عہد اپنے اندر بے شمار نئے مسائل لے کر نمودار ہوتا ہے کہ جن کا عہد ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور مسائل کی جہتیں ہر سمت بکھری ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، سماجی، معاشرتی، تمدنی اور مذہبی ہر طرح کے نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اور بعض پرانے مسئلوں کے تصورات اگرچہ اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں تاہم نئے وقوع پذیر ہونے والے مسائل اپنی جگہ عصری متقاضیات کا چیلنج بنے رہتے ہیں۔ زمانے کی قدریں زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہر صاحب فکر و بصیرت اپنی خداداد صلاحیتوں سے دقیق گتھیاں سلجھاتا رہتا ہے۔ اگر وقت کے تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے صرف ماضی کے واقعات پر تکیہ کر لیا جائے اور حال و مستقبل سے لاتعلق ہو جایا جائے تو وقت کی تیز دوڑ میں اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "من لم یعرف اہل زمانہ فھو جاہل" جس نے زمانے والوں کو نہ پہچانا وہ جاہل ہے۔ کیونکہ وقت جس کا تقاضا کرے اسی کے مطابق اس کو پورا کرنا چاہیے۔

یہ قدیم روایت ہے کہ ابھی ایک مسئلہ پر غور و خوض ہوتا رہتا ہے اور دوسرا مسئلہ سر ابھارے آموجود ہوتا ہے۔ اسلامی سیاست و تاریخ میں ہر دور میں اس قسم کے مسائل وجود پذیر ہوتے رہے ہیں۔ اسلامی افکار و اقدار ہر طرح کے مسائل کے لئے سازگار ماحول رکھتی ہیں۔ تاریخ اسلامی میں ایک سے ایک نابغہ روزگار ہستیاں جلوہ بار ہوئی ہیں اور ہر دور کے مسائل کو اسلامی نقطہ نظر سے حل کیا ہے۔ اس طرح ہندوستان میں جہاں علمائے اسلام کا ایک سلسلۃ الذہب ہے اسی میں مجدد اسلام، فقیہ عالم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنی خداداد فکری بصارت کا ایسا دلکش اور جاذب نقش چھوڑتے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھتے۔ آپ کے معاصرین میں سے بہت سارے لوگوں نے اگرچہ شروع میں ان سے اختلاف رائے کیا۔ مگر جب حقیقت ابھر کر نگاہوں کے سامنے آئی تو پھر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار

و خیالات کو حرز جان بنالیا۔

۱۲۷۲ھ سے ۱۳۴۰ھ کا عرصہ گزر چکا ہے ۔اس دور کے جو مسائل ابھر کر آئے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ان کا بھرپور جواب لکھا۔ جس پر ان کی ہزاروں کتابیں شاہد عدل ہیں ۔آپکے قلم فیض رقم سے کوئی بھی مسئلہ تشنہ کام نہیں رہ سکا۔ جس فن اور جس طرح کا مسئلہ ہوا۔ اسی کا اس فن اور زبان میں جواب مرحمت فرمایا گیا۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ پونے صدی گزرتے گزرتے نئے مسائل جنم لے لیتے ہیں اور ماضی کے گزشتہ آفاقی مسائل تاریخی اساطیر بن جاتے ہیں۔ پھر ان کو مقام تحقیق میں تو معرض بحث لایا جاسکتا ہے۔ لیکن بالذات ان سے بحث خال خال ہوتی ہے ۔اسی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے عہد کے مسائل بھی اب پرانے ہوگئے کیونکہ ان کی فکری جولانگاہ کی کرشمہ سازیاں کوئی پون صدی ہوا گزر چکی ہیں۔ لیکن یہ حیرت انگیز بات ہے کہ آپ کی فکری بصیرت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ آج بھی بے شمار مسائل اگرچہ نئی ترنگ کے ساتھ ابھر کر آرہے ہیں مگر پھر بھی امام نے جن خطوط کی نشاندہی کی تھی اس کی روشنی میں یہ ابھرتے ہوئے مسائل ذرہ برابر بھی ہٹ کر نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کے ماحولیات کو نگاہوں میں رکھ کر جواب رقم فرمایا گیا۔ تفصیل آگے کی سطروں میں آتی ہے۔

میرے اس مقالہ کا عنوان "امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور عہد حاضر کے مسائل" ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس مختصر مقالہ میں عصر حاضر کے جملہ مسائل سے بحث ناممکن اگرچہ نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ اس لئے چند وہ مسائل جو اس وقت چیلنج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں انھیں پر بحث کی جائے گی۔ خدا کرے میں اس سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو سکوں۔

عہد حاضر کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے اس کی تقسیم راقم الحروف کے نزدیک ناگزیر ہے تاکہ گفتگو کا رخ انھیں امور کی طرف پھیرا جاسکے جن سے میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک عصری مسائل کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے:

۱۔ ملکی مسائل ۲۔ بین الاقوامی مسائل

پھر پہلی شق کو بھی دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

۱۔ یک قومی مسائل (صرف مسلمانوں سے متعلق)

۲۔ ہمہ قومی مسائل (بلاتفریق باشندگان ہند)

پھر اول کی مزید دو قسمیں کی جاسکتی ہیں:

۱-مذہبی ۲-غیر مذہبی

غیر مذہبی کی مزید بہت ساری قسمیں ہیں

نوٹ: یہاں پر مذہبی اصطلاح حالیہ تناظر کے پیش نظر استعمال کی گئی ہے۔ غیر مذہبی مسائل حسب ذیل ہیں

سیاسی، معاشی، اقتصادی، سماجی، سائنسی، نباتیاتی، معدنیاتی، حیاتیاتی، طبیعاتی، زراعتی، نظریاتی، سیاستی، سائنسی وغیرہ۔

یوں تو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے بین الاقوامی تناظر میں بھی کلام فرمایا ہے مگر میں ملکی و داخلی مسائل پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ ایک وطن دوست اور ملکی مفاد کے خیر خواہ تھے مگر آپ کا معیار و میزان یہ تھا کہ سب سے پہلے کسی بھی مسئلہ کو شرع کی ترازو میں تولتے تھے۔ اگر میزان شرع میں وہ بحث یا وہ مسئلہ کھرا اترتا تو اس کو ہاتھ لگاتے کھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو قلمزد فرما دیتے۔ چونکہ آپکے نزدیک وطنیت مذہب سے تشکیل پاتی ہے اس لئے مذہب کو اولیت دیتے اور وطنیت کو ثانویت، یہی وجہ تھی کہ آپ ملک میں مذہبی رواداری کا فروغ چاہتے۔ آپ کی نظروں میں رسول گرامی، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا وہ عہد زریں تھا جس پر مستقبل کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اسی لئے آپ کسی بھی مسئلے کو اولین مرحلہ میں مذہبی اثر کے تحت پرکھنے کے عادی تھے۔ پھر ملک کے داخلی مسائل کے تناظر میں مسلمانوں کا مستقبل ان کی نظروں میں تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک سنہری دور ختم ہو چکا ہے۔ انگریزوں کی بالادستی غیر مسلموں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ساکھ اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے اس لئے آپ آنے والے خطرات کے مقابل مسلمانان ہند کو منظم کرنا چاہتے تھے۔

آج ہندوستان میں مسلمان اپنے عائلی مسائل یا تشخص کی حفاظت کے سلسلے میں جس قدر مضطرب اور پریشان نظر آرہا ہے یہ اسی عہد کی دین ہے جو انگریزوں نے یہاں زہر گھولا تھا اس کا اثر بالتدریج ظاہر ہو رہا ہے۔ مسلم پرسنل لاء میں مداخلت، قربانی گاؤ کا مسئلہ، معاہدہ کا تحفظ، مسلمانوں کی بینک کاری، اقتصادی خوش حالی، مسلمانوں کا سیاسی و مذہبی تشخص وغیرہ جتنے بھی مسائل سر ابھار رہے ہیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی دور رس نگاہیں ان کو پچھتر سال قبل دیکھ چکی تھیں۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کا تشخص بحال کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنی قوم کو غیروں کا دست نگر نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ باوقار زندگی خوشحال معاشرہ اور متدین ماحول میں اپنی زندگی بسر کرتے دیکھنا چاہ رہے تھے۔ عصر کی مسائل کے غیر شعوری مرغولے جو افق

پر اٹھنے والے تھے وہ سب کا انسداد کر کے قوم مسلم کو مرفہ الحال کرنے کے داعی تھے۔

چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک ترک موالات کی گرما گرمی تھی اور انگریزوں سے ترک موالات کے پس منظر میں یہاں کے غیر مسلموں سے موالات کی پینگیں بڑھائی جارہی تھیں جس کا خوفناک اثر بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا تو امام موصوف نے اس خوفناک طوفان کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو ہلاکت کی صلیب پر چڑھنے سے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ گندم نما جو فروش مولویوں نے تحریک ترک موالات کی جتنی شدت سے حمایت کی کہ اس ہوا کا رخ طوفان کی صورت اختیار کر گیا۔ مولوی محمود حسن دیو بندی، ابو الکلام آزاد اور محمد علی جوہر وغیرہ نے پوری فضا کو اپنے حق میں کر لیا تھا مگر مسلم کی تقدیر کا لوح محفوظ میں دیکھ کر پڑھنے والا درویش کامل اور خدار سیدہ ایک ہی تھا جو قوم و ملت کی نگہبانی کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ انگریزوں سے ترک موالات کر کے ہندوؤں سے موالات بر قرار رکھ کر کس طرح ملک کو ان کے غاصبانہ چنگل سے آزاد کرایا جاسکتا ہے۔ مگر وطن دوستی کی اندھی عینک نے ان کے ہوش و حواس مختل کر دیئے تھے۔ اس ترک موالات کا زہریلا اثر کیا ہونے والا تھا کہ مسلمان ہندوؤں کا دست نگر اور ان کے زیر اثر ہو جاتا جس سے اس کا تشخص مجروح ہوتا اور پھر قوم مسلم کی ساکھ کسی دیمک زدہ درخت کی طرح دیکھتے دیکھتے زمین پر ڈھیر ہو چکی ہوتی۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد رقم طراز ہیں کہ:

"کانگریس کا منشا یہ تھا کہ ملی امتیازات کو خیر باد کہہ کر ہندوستانیت میں گم ہو جاؤ۔ اس طرح مذہب کی بنیاد خود بخود ڈھے جاتی۔ اسی زمانہ میں جب فاضل بریلوی ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت فرما کر ملت اسلامیہ کی وحدت کی حفاظت فرمارہے تھے تو ڈاکٹر اقبال نے ایک قومی نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے تصور وطنیت پر سخت تنقید فرمائی۔ اور وہ شاعر جس نے کبھی نیا شوالہ اور ترانہ ہندی جیسی نظمیں لکھی تھیں اب یہ کہتا ہوا نظر آرہا ہے:

اس دور میں مئے اور ہے جام اور ہے جم اور

ساقی نے بنالی روش لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور" (۱)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی چھٹی حس تیزی سے کام کر رہی تھی اس تحریک کا نتیجہ ان کی نظروں میں تھا۔ چنانچہ آپ نے انگریزوں سے ترک موالات اور ہندوؤں سے اتحاد کے زہر کی تلخ کامی سے مسلم عوام کو

آگاہ کیا۔۱۶، محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کے ایک استفتاء کے جواب میں مستقبل کے ان وقائع کی طرف برجستگی سے اشارہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

"مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و راہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا اُسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑے کرکے لیکچر دلوانا، اپنے ماتھے پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جئے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹی اپنے کندھوں پر رکھ کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا اس کے ماتم کے لیے مساجد میں برہنہ سر ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا۔ مشرکوں نے قربانی گاو پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی رزولیشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھادے، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستش گاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا، یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں، کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ یہ سب افعال و اقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل وقائل وقابل اعدائے دین حمید و دشمنان رب مجید ہیں" (۲)

یہ وہ احساسات تھے جو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے محسوس کئے تھے۔ آج آزادی کے ۴۵ سال بعد بھی جو زبوں حالی لمحہ لمحہ قدم قدم پر نظر آرہی ہے یہ دراصل انہیں ضمیر فروش مولویوں کی عاقبت نااندیشانہ حرکتوں کا کرشمہ ہے ورنہ اگر امام موصوف کے افکار و نظریات کی مخالفت نہ کی گئی ہوتی اور محولہ* بالا عبارت میں جن وقائع و خدشات کا ذکر کیا گیا ہے ان پر سنجیدگی سے سوچا گیا ہوتا تو آج مسلمان اپنے ہی ملک میں بے دست و پا، غلامی کی زنجیروں میں جکڑا اور سہما سہما نظر نہ آتا۔ دیوبندی مکتب فکر کانگریسی مولویوں نے پوری قوم کا سودا کیا اور ملت اسلامیہ کو دن دھاڑے غارتگروں اور قزاقوں کی طرح ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس کا نتیجہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بلکہ تعمق فکر اور غائر نظر سے جائزہ لیا جائے تو موجودہ فسطائی تنظیمیں بی جے پی، شیو سینا، آر ایس ایس وغیرہ یہ انھیں بے ضمیر مولویوں کی بنیاد پر

وجود میں آئیں جن سے ملکی سالمیت خطرے میں ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ترک موالات نہ صرف انگریزوں بلکہ جملہ غیر مسلموں سے چاہتے تھے کیونکہ یہ اگر صرف انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان حاکم و محکوم کی نوعیت کا ہوتا تو اس کی جہت یقیناً مختلف ہوتی مگر یہاں تو حالات کچھ اور ہی انگڑائی لے رہے تھے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فکر انگیز بصیرت کا واشگاف اظہار تحریک ترک موالات کے تجزیاتی مزاج سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمان محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی۔ مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بنیاد پر اس کی شدید مخالفت کی گئی۔" (۳)

اس عدم توازن کا برملا اظہار امام موصوف نے اپنے مذکورہ بالا فتویٰ میں چند سطر بعد فرمایا کہ:

"ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے۔ کیسا وداد کہاں کا اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے" (۴)

فتویٰ کی عبارت ایک ایسا امر واقعی تھا جو حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ چنانچہ آزادی کے بعد مسلم جاگیرداروں کی زمینداری ختم کر کے ان کو قلاش بنا دیا گیا۔ مگر جہاں ہندو زمیندار تھے ان کو آج تک برقرار رکھا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے دیکھتے ماحول کی ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ کل تک جو ہندو مسلمانوں کو دیکھ کر آداب بجالاتے تھے۔ آج وہی ہیں کہ مسلمان ان کو دیکھکر آداب بجالانے کو کامیابی اور فخر گردانتے ہیں۔ نفسیاتی دباؤ اتنا شدید ہو چکا ہے کہ ایک حقیقت معکوس ہو گئی ہے۔ ان عصری مسائل کا تناظراتی پہلو اس قدر واضح ہے کہ اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی مستقبل کے عصری مسائل پر کڑی نظر رکھتے ہوئے آپ نے "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں تصنیف فرمایا۔ آج مسلمان چیخ رہا ہے کہ ہم کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ فوج، پولیس اور سروس میں ہمارا کوٹہ متعین کیا جائے،، ہم باعزت شہری ہیں، ہم کو وہ تمام مراعات دی جائیں جو کسی جمہوری اور سیکولر ملک کے باشندوں کا حق ہوتی ہیں۔ مگر دیکھا یہ جارہا ہے کہ ہماری آواز "صدا بصحرا" ثابت ہو رہی ہے۔ پینتالیس سال سے چیختے چیختے گلا خشک ہو گیا، آنکھیں

پتھرا گئیں، ماحول تتر بتر ہو گیا۔ لیکن امام احمد رضا کے قلم فیض ترجمان کی تحریر آج بھی فی زمانہ ان مسائل کے متعلق ہادی و راہنما کا کردار ادا کرتی ہے۔

"المحجۃ المؤتمنہ" میں جن جن امور کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا تھا وہ علم لدنی کی منھ بولتی تصویر ثابت ہوا۔ آپ نے حکم شرعی سنایا اور گریز کا راستہ بتایا:

"موالات مطلقاً ہر کافر، مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو، اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب (عزیز) ہو۔" (۵)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار و نظریات سے اول اول اتفاق نہیں کیا مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا اور ماضی کے حالات واقعہ مسجد کان پور، انسداد قربانی گاؤ وغیرہ پر جب مولانا نے غور و خوض کیا تو آنکھ کھل گئی اگرچہ اس سے قبل ان مسائل شرعیہ میں وہ کانگریس کی نمک خواری کا حق ادا کر رہے تھے۔ مگر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے غیر متعصبانہ تعاقب اور صرف اسلامی اقدار سے وابستگی نے ان کو سوچنے پر مجبور کیا تو انھوں نے اپنا توبہ نامہ اخبار ہمدم میں ۱۱ رمضان المبارک بروز جمعہ ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء کو شائع کرایا۔

"میں نے بہت گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مولوی احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قدوہ نہیں ہے۔ محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری توبہ قبول کر" (۶)

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب کے دل کو کشود فرمایا اور امام احمد رضا کے احساسات کو ان کے دل پر جاری فرما دیا تو ان کی بھی آنکھ کھل گئی۔ آج بھی جو لوگ حساس دل رکھتے ہیں وہ آپ کے افکار و خیالات کے پر زور حامی ہیں:

احساس بڑھا دیتا ہے ہر درد کی شدت
محسوس کرو گے تو کسک اور بڑھے گی

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ موالات کو دو قسموں میں تقسیم فرماتے اور پھر ان میں قوی اور ضعیف کے اعتبار سے حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں جو حضرت

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی طرف سے کیا گیا تھا آپ نے موالات پر تفصیلی بحث فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"۱) معاملہ ۲) مدارات ۳) بر د اقساط ۴) معاشرت ۵) مداہنت ۶) رکون ۷) وداد ۸) اتحاد ۹) انقیاد ۱۰) تبتل

"ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتفاء ملحوظ ہے۔ پہلا بشرط لاشی کے مرتبہ میں اور دوسرا بشرط شی کے مرتبہ میں۔ موالات کی دو قسمیں ہیں حقیقی و صوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک یہ مطلقاً ہمیشہ حرام ہیں ہر کافر سے اور ہمیشہ حرام رہے گی اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک۔ ان میں بر د اقساط معاہدین سے جائز، حربی غیر معاہد سے حرام یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرما دیا اور ابد آحرام ہے اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی۔ غایت ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا ودا "لو تدھن فید ھنون" مگر حالت اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی "الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان" اور معاشرت بضرورت و مجبوری جائز ورنہ حرام اور جواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے۔ یہ اقسام موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے۔ کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے "(۷)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے موالات اور معاملت کے دو دھارے متعین فرمائے اور اس پر امل رہے۔ لوگوں نے معاملات و موالات کو اپنی اپنی فہم و دانش کے پیش نظر ایک ہی سمجھ رکھا تھا مگر آپ نے تعمق نظری کی طرف لوگوں کے اذہان کو پھیرا۔

اسی طرح قربانی گاؤ کے مسئلہ کو بھی ہر سال کورٹ میں چیلنج کیا جاتا رہا۔ کلکتہ کی کورٹ میں اس مسئلہ کو مسلسل ایام قربانی میں اٹھایا جاتا رہا ہے اور اس کو بند کرانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ آج سے نہیں بلکہ عہد اکبری سے چلا آرہا ہے اور ہر دور میں اس وقت کا عصری مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسی طرح بہار میں قربانی کو رکوانے کے لئے ہزارہا کی تعداد میں ہندوؤں نے جمع ہو کر اور اسلحہ سے مسلح ہو کر ہزاروں مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس طرح بیدردی سے لوٹا جس کی تفصیل سے کلیجہ منھ کو آرہا ہے۔ عفت مآب خواتین کی بے آبروئی کی گئی، قرآن مقدس کو پھاڑ کر اس کی بے حرمتی کی گئی۔ پانچ عالی شان مسجدیں شہید کر دی گئیں۔

وغیرہ وغیرہ (۸)

اس قدر حادثات ہونے کے باوجود بھی بعض علماء اس تحریک کو ہوا دے رہے تھے۔ اس میں پیش پیش مولوی عبدالحی لکھنوی اور بعض علمائے دیوبند کا ہاتھ تھا۔ مولوی عبدالحی صاحب سے اس مسئلہ پر متعدد مراسلت بھی ہوئی۔ مولوی کا موقف استخفاف کا تھا اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا وجوب کا۔ امام احمد رضا نے فقہی طرز استدلال اختیار فرما کر ابڑی تحقیق اور شستہ بحث قائم کی۔ ۱۸۸۰ء میں ایک رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" کے نام سے آپ نے قوم کے سامنے پیش فرمایا جس میں اس مسئلہ پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی تھی۔ اور بہت سارے علماء نے اس پر اپنی تصدیقات بھی ثبت فرمائیں مگر مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کا خیال تھا کہ:

"گاؤ کشی واجب نہیں تارک گنہگار نہ ہوگا" (۹)

چنانچہ جب یہ غوغائے بے ہنگم امام اہل سنت کو سنائی پڑا تو آپ نے مولوی لکھنوی کا بھرپور رد کیا اور وہ لوگ جو کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر ان کا ساتھ دے رہے تھے تعاقب فرمایا آپ نے فرمایا

"قربانی بے شک شعار اسلام ہے قال اللہ تعالی والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دین الہی کی نشانیوں سے کیا۔ خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ "والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ۔" "گائے کی قربانی ثابت ہوئی ہے۔" خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا اجرا اعظم مہمات اسلام سے ہے۔ مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے۔ "ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است" یہاں اس کا باقی رکھنا یقیناً واجب شرعی ہے۔" (۱۰)

اسی طرح ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع رائے بریلی کے جوائنٹ سیکریٹری سید عبدالودود نے ایک استفتا کیا تھا جس میں انسداد قربانی گاؤ کے متعلق ہندوؤں کی انتھک کوششوں کا ذکر تھا۔ ان غیر مسلموں نے ایک درخواست حکومت کو پیش کرنے کے لئے کروڑوں افراد کے دستخط کے ساتھ تیار کی تھی ایسے گمبھیر ماحول میں امام اہل سنت نے استفتاء کا جواب انتہائی بے خوفی سے دیا:

"گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے قال اللہ تعالی والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ اور اونٹ، گائے، بیل ہم نے ان کو کیا تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے ------ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے۔" (۱۱)

آج کے پر آشوب دور میں بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحریرات مشعل ہدایت کا کام کر رہی ہیں اور جن خطوط کو انھوں نے اپنی بصیرت افروز فکر سے پون صدی قبل متعین کیا تھا آج کا عصری تقاضا مسلمانوں کے حق میں انھیں خطوط کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اگر ان فرمودات پر اتحاد کے ساتھ عمل کیا جائے تو مسلمانوں کے مسائل یقیناً حل ہو جائیں گے۔

آج کل ہندوستان میں افراط زر کا جو مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے وہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے زہریلے اثرات سے ہر شہری جاں بلب نظر آرہا ہے۔ مہنگائی آسمان سے بات کر رہی ہے اور ہمارا ملک تیسری دنیا کے سامنے کاسہ گدائی لئے ہوئے کھڑا کسی کی عنایتوں کا انتظار کر رہا ہے۔ یہ امر متفق ہے کہ مہنگائی ہر برائی کی جڑ ہے۔ کرپشن کی شرح میں اضافہ مہنگائی کی دین ہے۔ اس پر آشوب دور میں جبکہ اقتصادیات پر ہندوؤں کا قبضہ ہے اور مسلمان نان شبینہ کے لئے شب و روز پسینہ بہا رہا ہے، پھر بھی سکون کی روٹی میسر نہیں۔ ہر میدان میں مسلمانوں کو کچلا جا رہا ہے اور ان کے حقوق پامال کئے جا رہے ہیں مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے باہمی اتحاد کا جو درس دیا تھا وہ قوم مسلم بھولی ہوئی ہے اگر اسی اتحاد کو مضبوط کیا گیا ہوتا تو آج یہ صورت حال مسلمانوں کے حق میں رونما نہ ہوئی ہوتی۔ بات اقتصادی امور کی ہے۔ امام موصوف نے مسلمانوں کی اقتصادیات کو مستحکم کرنے کے لئے کیا کیا حکمت عملی وضع نہ کی اور کیسے کیسے معاشی اصول منضبط نہ فرمائے قوم کی زبوں حالی جو آگے چل کر متوقع تھی اس کے خطرات کی گھنٹی کی آواز امام کے حس سماع سے پچاسوں سال پہلے ٹکرا چکی تھی اور قوم کا درد انھیں کروٹ کروٹ بے چین کئے ہوئے تھا۔ آپ نے ایک ایسا اصول قوم کو بخشا جس پر عمل کر کے اپنی قوم بھی فارغ البال بن سکتی تھی۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" اسی کی ایک کڑی تھی جس میں مسلمانوں کو خوشحال زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے تھے۔ مگر لوگوں نے کسی مجذوب کی بڑ سمجھ کر اس پر کان نہیں دھرا۔ نتیجہ آج نظروں کے سامنے ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا چاہا کیونکہ اس میں مضمر اقتصادی کامیابی کا راز آپ کی نظروں میں تھا اس لئے آپ گورنمنٹ کی سروس کے بجائے تجارت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہ رہے تھے آج تجارت کی منڈی پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ مسلمانوں کے سرمایہ سے ہندو تجارت میں ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ملک کے نظام معیشت پر قابض ہیں۔ محنت ہماری، مشقت ہماری، خون پسینہ ہمارا بہہ رہا ہے اور زندگی کا خوشگوار ذائقہ ان کو حاصل ہو رہا ہے۔ جبکہ تلخیوں کے گھونٹ ہم کو پینے پڑ رہے ہیں۔ اگر آج مسلمان تجارت کے میدان میں اتر پڑے تو کوئی بعید نہیں کہ کل ملک کی معاشی نکیل ہمارے ہاتھ میں ہو۔

آپ نے معاشی اصول بتائے:

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپئے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بنک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج و اشاعت کریں (تلخیص از تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (۱۲)

اقتصادی امور سے متعلق آپ نے مذکورہ بالا چار اصول متعین فرمائے۔ یہ تلخیص تھی تفصیل آگے آتی ہے۔ ان چاروں میں آج کے عہد کی پوری جھلک موجود ہے اور مسلمانوں کے آئے دن کے مسائل جن سے وہ دوچار ہیں ہر ایک کا جواب شافی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اصول اول میں تفصیل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اولاً: "باستثناء ان معدودہ باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپئے اسٹامپ اور وکالت میں لگ جاتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے" (۱۳)

آج مسلمان مذکورہ بالا ارشاد سے انچ بھر ہٹا ہوا نظر نہیں آرہا ہے جتنے مضمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ سب کے سب قوم مسلم کا وطیرہ ہیں۔ دور جانے کی بات نہیں ابھی چند سال قبل "شاہ بانو کیس" نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کروڑوں روپئے اس طوفان میں پانی کی طرح بہہ گئے۔ مسلم پرسنل لاء میں قبیح ترمیمات کی گئیں، مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوا۔ ہمارے عائلی قوانین میں گھس پیٹ کی گئی اور ہمارے مذہبی اصول کو للکارا گیا۔ کیا کیا نہ ہوا؟ ایک طوفان تھا جس کے رحم و کرم پر مسلمان ہچکولے کھا رہا تھا۔......... مگر......... امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے اصولوں پر عمل نہ کیا گیا اگر اس کو معمول بنایا گیا ہوتا تو نہ ہمارا تشخص مجروح ہوتا، نہ ہمارے قانون کو سر راہ رسوا کیا گیا ہوتا۔ نہ ہماری ساکھ کمزور ہوئی ہوتی۔۔ ہم ہندوستان میں اقلیتی طبقات میں سب سے بڑی اکثریت میں ہیں کوئی بیس پچیس کروڑ کے قریب مگر ہمارا داخلی انتشار ہمیں ڈبو رہا ہے۔ آج بھی کتنے مقدمات کورٹ میں درج کرائے جاتے ہیں۔ اور باہمی مخاصمت کا زہریلا اثر مسلمانوں کو کھوکھلا کر رہا ہے اور کورٹ کی کرسیوں پر براجمان وکلاء اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ثانیاً: "بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اسی کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاھم میں چھپ چکا ہے۔ (۱۵)

بنک کاری کا نظام کسی بھی قوم کی ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ آج عالمی منڈی پر نظر ڈالئے تو ایک طرف اقتصادیات پر اور دوسری طرف بنکنگ امور پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک تمام عالم اسلام کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے۔ کیونکہ اقتصادیات کی بنیاد ہی بنکنگ کے نظام کے محور پر گردش کرتی ہے۔ اس دفعہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے جدید علم معاشیات کے ماہر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ:

"یہ نکتہ معاشی نقطہ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بنک قائم تھے۔ جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بنک موجود نہیں تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بنک اور بنکوں کی اہمیت کا اندازہ لگالینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے بنک قائم کریں۔" (۱)

چنانچہ آپ کی اس صدائے بازگشت کے کوئی ۳۵ سال بعد ۱۹۴۷ء میں کلکتہ کے اندر سردار آدم جی داؤد اور مرزا احمد اصفہانی جیسے سرمایہ داروں کے ذریعہ ایک مسلم کمرشل بنک قائم کیا گیا۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی کم نصیبی کہ تقسیم ملک کے وقت وہ بنک پاکستان منتقل ہو گیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ ہندوستان کا مسلمان کل بھی تنگ دامانی کا شاکی تھا اور آج بھی ہے۔ اس وقت بین الاقوامی کرنسی کے روپ میں جو سکہ رائج الوقت ہے اور زر مبادلہ کا کلیدی درجہ رکھتا ہے وہ امریکی ڈالر ہے۔ چونکہ امریکہ نے نظام بنک کو سمجھا اور اس پر اس کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں انسان ہو مگر بین الاقوامی تجارت کیلئے اس کو ڈالر کا محتاج رہنا ہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ سرمایہ کی تکنیکی صلاحیت کا وہ جوہر ہے جو آپ کی پونجی پر خود تو رواں دواں ہے مگر آپ کو تلاش بنائے ہوئے ہے ابھی زیادہ دن کی بات نہیں ۹۰ء میں پاکستان کی مدد امریکہ کے ذریعہ بند کر دی گئی تو پاکستان کے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں اور دفاع کا محکمہ اتھل پتھل سے گزر رہا ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ۱۹۱۲ء میں

ہندوستان میں مسلم آبادی کا تناسب کیا تھا پتہ نہیں مگر آج کل جبکہ اس کی شرح بیس سے پچیس کروڑ کے درمیان ہو گئی جو بعض ممالک کی مجملہ شرح آبادی سے بھی زیادہ ہے مگر ابتک ہمارا کوئی بنک موجود نہیں ہے جس سے ہماری لین دین ہوتی۔ ہم مجبور ہیں کہ اپنا کمایا ہوا سرمایہ حکومت کے بنکوں کے سپرد کر دیں اور اس کے فائدہ سے ہندوئیت فروغ پاتی رہے۔

یہ وہ عصری مسائل ہیں جن کو ہر دور میں حساس ذہن محسوس کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن موجودہ صورت حال میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی روح مسلمانوں سے ان کے مستقبل کے بارے میں آج بھی استفسار کر رہی ہے۔ اگر گوش سماعت ہو تو کان لگا کر ان کی تربت ناز سے یہ آواز سنی جا سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس بے چہرہ ماحول میں ہر شخص آپ کے اصولوں کو حرز جاں بنائے تاکہ ہندوستان میں مسلمان اپنی ساکھ بحال کر سکے۔

ثالثاً: "اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گھڑنت کرکے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔" (۱۴)

معاشی نقطہ نظر سے یہ دفع اتنی قوت کی حامل ہے جس کا تصور آج سے چند سال قبل تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کو اگر وسعت دی جائے تو یہ ملکی اور فردی دونوں تصورات کی حامل ہے۔ یقیناً سرمایہ کی رولنگ مسلمانوں میں اگر رہے گی تو اس کا منافع بھی مسلمانوں کے پاس رہے گا اور راس المال بھی۔ مگر ہوتا کیا ہے کہ، ہم غفلت میں منافع اور راس المال دونوں غیروں کی جھولی میں ڈال کر چلے آتے ہیں پھر اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ اگر ملکی پیمانے پر اس کو وسعت دی جائے تو ملک میں افراط زر اور مہنگائی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ درآمدات و برآمدات کے عدم توازن ہی کی وجہ سے کسی ملک کی اکنامیکل (Economical) پوزیشن بگڑتی ہے۔ جب ملک میں خود صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ ہو گا تو امپورٹ (Import) کرنے کی ضرورت ہی کیوں پڑے گی۔ پھر ملک کا اثاثہ ملک کے بنیادی وسائل میں صرف ہو گا۔ اقتصادیات کے وزیر کو چاہیے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اس دفعہ کو ملک کے آئین (Constitution) میں داخل کر لیا جائے۔ تو افراط زر کا مسئلہ جس کے لئے آئے دن ہنگامہ ہوتا ہے قابو پا لیا جائے گا۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم سب کی جان، یہی اصل اعظم، وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اس کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔" (۱۷)

آخری بحث میں انھوں نے مذکورہ بالا تینوں دفعات کا نچوڑ رکھ دیا ہے کہ مسلمانوں کی اصل ترقی مذہبی لگاؤ، دین سے پیار اور خدا اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچی عقیدت ہے۔ کیونکہ یہی مدار جان و ایمان ہیں اور نظام کائنات کی ساری توانائیاں انھیں کی مرہون منت اور وحدت و اتحاد کی اکائیاں انھیں ذاتوں پر مجتمع ہوتی ہے جن سے اقتصادیات، معاشیات، سماجیات اور دیگر حوائج زندگی کا ارتباط ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ہم ان مشاہدات کو فقط ماضی کا قصہ پارینہ کہہ کر اپنا دامن نہیں چھڑا سکتے۔ بلکہ عصر حاضر کے مسائل کے تلخ گھونٹ کا جرعہ آشناسیاں سمجھتے ہوئے پینا بھی ہے۔

آج کل لسانی امور پر بڑی بحث و تمحیص ہوتی ہے۔ لسانیات میں ایک اہم مسئلہ انگریزی زبان کا ہے۔ بعض لوگ اس کو نہ صرف معیوب بلکہ ناجائز و حرام تک سمجھتے ہیں مگر عصر حاضر میں اس کی افادیت سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دور اپنے عہد کا متقاضی ہوتا ہے۔ اگر آج اس کے عدم جواز نہ حرمت کا فتوی دے دیا جائے تو اسلامی تبلیغ کا شدید نقصان ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک بین الاقوامی رابطے کی زبان ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بھی اس پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جس سے قوم مسلم کو تنگ دست اور مفلوک الحال بنایا جاسکے۔ آپ میزان شریعت میں ہر قول و عمل کو تولتے تھے جو اس پر کھرا اترتا وہ معمول مسلماناں ہوتا ورنہ اسے کالعدم قرار دے دیا جاتا۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب آئیے اس سلسلے میں امام موصوف کا ایک گراں قدر فتوی ملاحظہ کیا جائے جو ۲۔ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو بنگال کے ایک طالب علم نے استفتاء کیا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام موصوف نے جواب میں اس مسئلے کو واضح فرمایا کہ اس نکتہ کو اس دور میں تبلیغ اسلام کی اساس بنایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔" (۱۸)

ہزاروں توہمات کا جواب ہو گیا۔ یہ چند جملے خلاصۂ دفاتر ہیں۔ اس کو ایک شرط پر مشروط رکھا گیا ہے اور شرط کا توسع نہ صرف انگریزی زبان کو محیط ہے، بلکہ دنیا کی ہر زبان اس کے دائرہ عمل میں آگئی۔

اگر یہ شرط مفقود ہو تو قباحت مرتفع ہو جاتی ہے۔ پھر انگریزی زبان کے تعلیم و تعلم پر نہ کوئی غیر جوازی حکم رہا نہ تو اس کی حرمت پر کوئی دلیل۔ اب اس دور میں تبلیغ کے لئے جو زبان عالمی پیمانے پر سب سے زیادہ موثر اور کارآمد ہے وہ یقیناً انگریزی ہی ہے۔ تو اس سے بیش از بیش اسلام کی خدمات کی جائیں۔

عصر حاضر کا ایک سلگتا ہوا اہم مسئلہ غیر شرعی جہیز کا ہے۔ جس کی زد میں آکر کتنی بچیاں موت کی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہیں۔ یقیناً غیر شرعی جہیز ایک ایسا ناسور ہے جس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورا بر صغیر متاثر ہے۔ ایک بات واضح کرتا چلوں آج کل کچھ لوگ مطلق جہیز کو سماج کی لعنت گردانتے ہیں اس سلسلے میں لمبے چوڑے مضمون لکھتے ہیں۔ ریلیاں نکالی جاتی ہیں، مظاہرے ہوتے ہیں، مگر معلوم ہونا چاہیے کہ یوں بلاقید و شرط جہیز کو لعنت گردانناشرعی طور پر کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ کیونکہ جہیز سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کسی بھی سنت کو لعنت کہنا بھی درست نہیں بلکہ گمراہی ہوگا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے اسی نوع کا ایک استفتاء کیا گیا تھا جس میں عصر حاضر کی پوری عکاسی موجود ہے۔ سوال و جواب دونوں درج ذیل ہیں:

سوال: ادھر چند برسوں سے مسلمانوں میں یہ رواج ہوتا جارہا ہے کہ لڑکوں کی شادی طے کرتے وقت جہیز کی مقدار معین مانگتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دس ہزار نقد لیں گے اور موٹر سائیکل لیں گے اور گھڑی لیں گے۔ اگر لڑکی والے اس کو منظور کرتے ہیں تو شادی طے ہوتی ہے ورنہ کینسل کر دیتے ہیں۔ طے ہونے کے بعد اگر لڑکی والے ان مقررہ جہیز میں کچھ بھی کم دیتے ہیں تو اس کے لئے جھگڑا کھڑا کرتے ہیں، بدنام کرتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ بارات تک واپس ہو جاتی ہے اور اگر لڑکی سسرال گئی تو اسے زندگی بھر طعنہ دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی بٹھا دیتے ہیں کہ جب تک فلاں فلاں چیز جو مقررہ جہیز میں سے اب تک نہیں ملی ہے، ملے گی نہیں، ہم تم کو نہیں رکھیں گے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

جواب: جہیز کی مقدار طے کرنا، بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنا ہے جو مال لیا مال حرام لیا، رشوت لیا، فرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب الہبہ میں ہے جعلت المال علی نفسها عوضا عن النکاح وفی النکاح العوض ولا یکون علی المراۃ عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل، نکاح میں عوض عورت پر نہیں۔ عورت دے یا اس کے ماں باپ، بھائی دیں سب ایک حکم میں ہیں۔ کتب

فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۸۷ - ۳۸۸) (۱۹)

"مشتی از نمونہ خروارے" میں نے چند عصری مسائل پر روشنی ڈالی دی ہے ورنہ امام اہل سنت کی تصنیفات زاہرہ وکتب قاہرہ میں زندگی کے ہی کتنے مسائل خورشید نصف النہار کی طرح جگمگا رہے ہیں۔

میں نے اس مقالہ میں ان مسائل سے بحث کی ہے جو اس وقت مسلم سماج کے لیے سوہان روح بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابتداء میں جو میں نے تقسیم کی ہے اس کے مندرجات کے ہر گوشے کو امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے سیراب کیا ہے اور کسی بھی بحث کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ خدائے قدیر کی ایک روشن دلیل تھے:

:-حواشی حوالے:-

(۱) انوار رضا، ص ۴۹۵ مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۳۹۷ھ

۲) امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، ص ۳، مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ

(۳) انوار رضا، ص ۴۵۷، مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۹۷ھ

(۴) امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ ج ششم، ص ۳، مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ

(۵) پروفیسر مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خان، ص ۱۹۰، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۶) مولانا محمود احمد قادری، مکتوبات امام احمد رضا، ص ۱۹۲"

(۷) امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ ج ششم، ص ۱۱۰، مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ

(۸) مولانا عبدالحکیم شرف قادری، اندھیرے سے اجالے تک، ص ۱۹۷، ناشر بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۹) پروفیسر مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خاں، ص ۱۷۲، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۱۰) امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ ج ششم، ص ۱۸، مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ

(۱۱) مولانا عبدالحکیم شرف قادری، اندھیرے سے اجالے تک، ص ۱۹۹، ناشر بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۱۲) انوار رضا، ص ۴۹۰ مطبوعہ معارف رضا پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۹۷ھ

(۱۳) پروفیسر مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خاں، ص ۱۹۸، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۱۴) پروفیسر مسعود احمد، ایضا، ص ۱۹۹، ایضا

(۱۵) پروفیسر مسعود احمد، ایضا ص ۱۹۹، ایضا

(۱۶) انوار رضا، ص ۴۹۴، مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۳۹۷ھ

(۱۷) پروفیسر مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خاں، ص ۲۰۰ ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ

(۱۸) امام احمد رضا، فتاوی رضویہ ج ششم، ص ۲۴، مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ

(۱۹) مولانا یاسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات، ص ۵۲۵، مطبوعہ نامی آفسیٹ پریس۔

(بشکریہ "معارف رضا ۱۴۱۶ھ\ ۱۹۹۵، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔۔۔ کراچی)

بقیہ: قیامت کب آئیگی؟

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت کو اللہ تعالی نصف دن اور عنایت فرمائے گا۔ ان احادیث شریفہ سے امت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی۔

ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔

ترجمہ: "بے شک تیرے رب کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے"

اب ان متذکرہ احادیث مبارکہ سے جو مستفاد ہوا، ہمارا بیان کردہ حساب اس کے قریب تر ہے۔

یہاں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اپنے رب عزوجل سے استدعا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالی میری امت کو نصف دن اور عنایت فرمائے گا چنانچہ اب عمر میں جس قدر اضافہ ہوگا وہ انعام الہی ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

تبصرہ- محمد نوشاد عالم چشتی

نام کتاب- تبرکات کے آداب و فضائل (بدر الانوار فی آداب الآثار)

مصنف- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

ترتیب و ترجمہ- مولانا مبارک حسین مصباحی (ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ، یوپی)

نظر ثانی- علامہ محمد احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اشاعت اول- ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء

ناشر- المجمع المصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ، یوپی ۲۷۶۴۰۴

فاضل بریلوی (۱۴ جون ۱۸۵۶ء تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی عبقریت اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔ آپ اپنے دور میں عنایت باری تعالیٰ اور بفیضان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب مرجع خلائق رہے ہیں۔ عوام تو عوام اپنے اپنے فن علم کے ماہرین نے بھی آپ سے اپنے مسائل کے حل کیلئے استفتاء کیا ہے جس پہ فتاویٰ رضویہ کے ضخیم مجلدات شاہد ہیں۔ فاضل بریلوی کی دلچسپی کا خاص مرکز فقہ رہا ہے۔ فقہ پہ فاضل بریلوی کی دسترس کا اعتراف، مولوی ابوالحسن علی ندوی کے والد جناب مولوی عبدالحئی صاحب نے بھی اپنی تصنیف "نزھۃ الخواطر" (مطبع حیدر آباد میں کیا ہے) ملاحظہ کریں اصل عبارت

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ
(نزھۃ الخواطر- عبدالحئی مولوی- مطبوعہ- حیدرآباد- بھارت)

ترجمہ:- فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر عبور رکھنے میں شاید ہی کوئی انکے زمانے میں انکا ہم پلہ ہو۔

فاضل بریلوی سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے نائبین حضرات القدس اولیا کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تبرکات و آثار کے فضائل اور آداب کے متعلق استفتاء کیا گیا۔ آپ نے پیش نظر مسئلہ کے تعلق سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ قرآن و حدیث اور اقوال علمائے سلف صالحین سے مزین ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا تاریخی نام "بدر الانوار فی آداب الآثار" ہے جو نہایت فصیح و بلیغ

اور ایک علمی رسالہ ہے جس کا تعلق خاص اہل علم سے ہے۔ اس رسالے کی اہل علم کے یہاں بھرپور پذیرائی ملنے کے باوجود اشاعت مزید کی طرف دور حاضر میں توجہ نہیں دی گئی۔ آج سے تقریباً ۹۰ سال پہلے ۱۳۲۶ھ میں چند استفتوں کے جواب میں ایک مکمل رسالہ مدلل فاضل بریلوی کی جانب سے جو پانچ فصول پہ مشتمل تھا شائع ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فصل اول:۔ از:۔ اجمیر شریف درگاہ معلی

مرسلہ:۔ حضرت سید حبیب اللہ قادری دمشقی طرابلسی شامی

بتاریخ:۔ ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ

بابت:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبرکات کی اصلیت

فصل دوم:۔ از:۔ بستی

مرسلہ:۔ مولوی مفتی عزیز الحسن صاحب

بتاریخ:۔ ۹ شوال ۱۳۱۰ھ

بابت:۔ بزرگان دین کے تبرکات سے حصول برکت کے جواز میں۔

فصل سوم:۔ مقام:۔ غیر مطبوعہ

مستفتی:۔ غیر مطبوعہ

بتاریخ:۔ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

بابت:۔ نبی کریم کے آثار و تبرکات اور نعلین اقدس سے توسل کرنے کے جواز کے متعلق

فصل چہارم:۔ از:۔ بریلی

مرسلہ:۔ حضرت سید حبیب اللہ زعبی دمشقی، طرابلسی، جیلانی وارد حال بریلی

بتاریخ:۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

بابت:۔ بلاسند تبرکات اور نذر و نیاز کے متعلق

فصل پنجم:۔ مقام:۔ غیر مطبوعہ

مستفتی:۔ غیر مطبوعہ

بتاریخ:۔ ۹ جمادی الاولی ۱۳۱۸ھ

بابت:۔ روضہ پاک کی شبیہ مبارک اور تعزیہ میں فرق کے متعلق۔ مجموعہ رسائل اعلی

حضرت جلد ۲ میں یہ رسالہ شامل اشاعت ہے جس کی اشاعت مدینہ پبلی شنگ کمپنی کراچی سے جنوری ۱۹۷۳ء میں ہوئی تھی اس مجموعے کے مرتب عالی جناب جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب علیہ الرحمۃ تھے جو تقریباً ۵۰ صفحات پہ مشتمل مع مقدمہ کے ہے۔

چونکہ یہ رسالہ اب بالکل نایاب ہو چکا تھا اور اکثر حضرات اس کا نام بھی بھول چکے تھے کہ معناً مدیر اشرفیہ جناب مبارک حسین مصباحی صاحب نے نئی ترتیب کے ساتھ جدید پیرا بندی اور دور حاضر کے مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے مقالہ کی شکل میں قسط وار اپنے زیر ادارت ماہنامہ میں پیش کیا۔ قارئین اس کی ندرت اور منفرد اسلوب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ بہت سارے حضرات نے الگ سے کتابی شکل میں شائع کرنے کا مطالبہ کیا جس کے متعلق خود مبارک حسین صاحب اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں

"یہ مقالہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں جنوری ۱۹۹۳ء تا مئی ۱۹۹۳ء قسط وار شائع ہو چکا ہے اشاعت کے دوران قارئین اشرفیہ کی ایک لمبی تعداد نے اسے پسند کیا۔ اور کتابی شکل میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میری نظر میں خیال خاطر احباب کا بڑا احترام ہے"

فاضل بریلوی اور ان کے اس رسالہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"امام احمد رضا کے قلم کا ایک عظیم شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کے تعلق سے بس اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس میں انبیاء کرام اولیاءعظام و بزرگان دین کے آثار و تبرکات کے آداب و فضائل بڑے موثر اور دلنشیں انداز میں رقم فرمائے ہیں اور ان کی شرعی اور اسنادی حیثیت پر بھی بڑی فکر انگیز اور معلومات افزاء بحث کی گئی ہے اور قطار در قطار دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے حصول برکت کا تصور عصر حاضر کا کوئی اختراعی نظریہ نہیں بلکہ اسلام کا مسلم عقیدہ ہے جس پر ہر دور میں علماء و مشائخ کا تعامل رہا ہے اور آج بھی عالم اسلام کا اس پر عمل درآمد ہے اور آج امت مسلمہ میں زائرین کی بے احتیاطیوں سے جو ناپسندیدہ امور در آئے ہیں امام احمد رضا نے ان پر سخت نوٹس لیتے ہوئے زبردست تردید فرمائی ہے"

رسالہ "بدر الانوار فی آداب الآثار" کی نئی ترتیب و پیشکش کے متعلق مبارک صاحب لکھتے ہیں۔

"زیر نظر کتاب بنام" بدر الانوار فی آداب الآثار" آثار و تبرکات کے مختلف گوشوں پر چند فتووں کا مجموعہ تھا۔ یہ فتوی چونکہ متعدد سائلوں کے جواب میں مختلف اوقات میں تحریر کئے گئے تھے۔

اس لیے بعض مباحث مکرر ہو گئے تھے۔ اور طرز جدید کے مطابق پیرا بندی کی رعایت اور بعض عربی و فارسی عبارات کے تراجم بھی نہیں تھے۔ ان وجوہ کے پیش نظر یہ مجموعہ سہل پسند اور عام قارئین کے مطالعہ کی دسترس سے بلند تھا اور ایک انتہائی گرانقدر فکر انگیز اور معلوماتی سرمایہ کے استفادہ سے ایک عالم قاصر تھا۔

راقم سطور نے افادہ عام کی غرض سے اس مجموعہ میں اپنے قلم سے کچھ تصرفات کئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے

۱۔ عربی اور فارسی کی غیر مترجم عبارتوں کے ترجمے

۲۔ سوالات اور مکرر مباحث کا حذف

۳۔ بعض مباحث کی تقدیم و تاخیر

۴۔ ترتیب جدید اور پیرا بندی

۵۔ حسب ضرورت ابواب اور ذیلی عنوانات کا قیام

۶۔ اہم مباحث سے پہلے ترغیبی اور تشریحی نوٹ "

سید شجاعت علی قادری صاحب کے مرتب کردہ نسخے میں بھی " تمام عبارات جو محتاج ترجمہ تھیں ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ غالباً مبارک صاحب کی نظروں سے نہ گذرا ہو ورنہ ایسا نہیں لکھتے۔

مبارک صاحب کی ایک دلکش ادا: ۔ مدیر اشرفیہ جناب مبارک حسین مصباحی صاحب نے اس رسالہ میں جدت اور ندرت لانے کے لئے جو طریقہ کار استعمال کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

" ان معمولی تصرفات سے امام احمد رضا قدس سرہ کی بلند پایہ تحقیقات ایک نئے قالب میں ڈھل گئی ہے۔ اور متعدد فتوؤں نے ایک مسلسل اور مربوط مقالے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ مگر اس کے باوجود نہ امام احمد رضا کے قلم کا زور سرد پڑا ہے اور نہ بحث کی روح متاثر ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ " میں نے تراجم اور نوٹس کی شکل میں اپنے قلم کے اضافوں کو گھیر دیا ہے تاکہ امام احمد رضا کی رشحات قلم میری تحریروں سے پوری طرح " ممتاز " رہیں۔

فاضل بریلوی کی تحریروں کی " امتیازیت " کو باقی رکھنے کے لئے مرتب نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ قابل لائق ستائش ہے۔ خط کشیدہ جملوں پہ غور کریں تو لفظ " ممتاز " کا استعمال فاضل بریلوی کی بارگاہ میں نہایت پر خلوص اور مؤدب ہونے پہ دلالت کر رہا ہے۔

مدیر اشرفیہ کا یہ اسلوب مجھے بے حد پسند آیا۔ خدا کرے کہ تمام انبیاء کرام، اولیا عظام،

بزرگان دین اور اکابرین دین ----- کی بارگاہوں میں، ہم سب نہایت مؤدب خلوص دل کے ساتھ اپنی جبین عقیدت خم کئے ہوئے بارگاہ الوہیت سے وابستہ رہیں کیونکہ

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا — بول بالے ہیں میری سرکاروں کے

(فاضل بریلوی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ طرز اشاعت سے رسالے کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن نئی طرز دینے کے باوجود بھی میرے نزدیک اب بھی اس میں نظر ثانی کی ضرورت ہے جس میں کتابت کی اغلاط سے لے کر حوالے کی تخریج تک پر پھر سے شدید دھیان دیا جانا چاہیئے۔ شمولہ حوالجات کو اپنے اصل سے مطابقت کر کے حاشیہ میں ترتیب وار دیا جائے کیونکہ دور حاضر میں جدید طباعت کے پیش نظر بہت سے حوالوں کے صفحہ نمبر ادھر ادھر ہو گئے ہیں۔ دور حاضر کے اکثر قارئین کا یہ ذہن بن چکا ہے کہ ہم بھی اصل مصدر سے حوالجات کو بچشم خود ملاحظہ کر کے اطمینان قلب حاصل کریں۔ قارئین کی اس نفسیات کو فاضل بریلوی بھی پیش نظر رکھتے ہوئے ایک جگہ رقم طراز ہیں

"برکت آثار بزرگاں سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے۔ مع ہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلم۔ اور پُر حاضر کہ اولیاء علماء حضور کے ورثا ہیں۔ تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی۔ کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث و برکات ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کیلئے چند عبارات ائمہ و علماء (کہ وہ سب آج سے سو برس پہلے اور بعض پانچ سو چھ سو برس پہلے کے تھے) حاضر کرتا ہے "کتب مطبوعہ کا نشان جلد و صفحہ کو بھی ظاہر کر دیا جائے گا کہ مراجعت میں آسانی ہو" **(مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت ۔ مرتبہ شجاعت علی قادری)**

اس لیے اگر تمام حوالجات کو تخریج کر کے حاشیے میں دے دیا جاتا تو اس کتاب کی افادیت و اہمیت بہت بڑھ جاتی۔ بہر حال اس مادی دور میں مبارک صاحب کا یہ کارنامہ بھی کسی اعتبار سے کم نہیں ہے کیونکہ تصنیف و تالیف میں حائل صعوبتیں اور دشواریوں کا احساس ہر کس و ناکس کو نہیں ہوتا۔

مبارک صاحب اپنی اس کاوش میں کافی حد تک کامیاب ہیں اور جملہ جماعتی حیثیت سے مبارکباد کے مستحق بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی حمیدہ کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

رضانامے

○ زاہد سمیع - بیلی ولے، نیو جرسی - امریکہ

افکار رضا مارچ ۹۶ء کے پانچ شمارے موصول ہوئے - یہ رسالہ بہت ہی عمدہ اور بہترین معلومات کا خزانہ لیے ہوئے ہے - مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ مسلک اہل سنت کا کام بہت سرعت سے جاری وساری ہے - امریکہ میں فکر رضا کی اشاعت کے لئے میں ہر لمحہ تیار ہوں - میں افکار رضا کی کاپیاں بنا کر کئی لوگوں تک پہنچا رہا ہوں - علماء اسلامی مراکز اور خواص تک یہ رسالہ برابر پہنچ رہا ہے - میں نے ورجینیا کے محمد امام صاحب کو یہ رسالہ پہنچایا - جنھوں نے اسے کافی پسند کیا - ہزمیت ریلیجس بکس Hizmet Religious Books جو کہ وقف اخلاص ہی کیشنز (ترکی) کی شاخ ہے - اس ادارہ میں انگریزی میں سنی لٹریچر کا کافی ذخیرہ موجود ہے - میں نے انھیں بھی "افکار رضا" پہنچایا - اور اپنا فون نمبر دیکر کہا کہ ان کے ادارہ میں اگر کوئی اردو داں شخص مذہبی لٹریچر کے لئے آئے تو مجھ سے رابطہ کرنا - میں اسے بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان "افکار رضا" دوں گا -

گزشتہ دنوں کوئنس، نیویارک شہر کی مسجد میں چند سنی بھائیوں سے ملاقات ہوئی - ہم وہاں گیارہویں شریف کی تقریب کے سلسلے میں جمع ہوئے تھے - ان میں سے اکثر پاکستانی تھے - اس موقع پر ترکی کے حضرت شیخ عبدالکریم صاحب نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل پر بہترین تقریر کی - شیخ عبدالکریم صاحب یہاں نیویارک میں ہی رہتے ہیں اور ہمہ وقت اہل سنت وجماعت کی خدمت میں کے لئے سرگرم ہیں - کوئنس شہر کی یہ مسجد سنی مسجد ہے - اور اس کے امام ایک پاکستانی ہیں - میں نے ان سے مسلک اہل سنت کی اشاعت کے سلسلے میں گفتگو کی - انھیں "افکار رضا" کا تازہ شمارہ دیا - انھوں نے "تبلیغ اسلام" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ہے - وہ بچوں کو اسلامی معلومات فراہم کرتے ہیں - ان کے تربیت یافتہ بچے مذہبی تقریبات میں بہترین نعت پڑھتے ہیں -

میں نے جرسی شہر (نیو جرسی) میں ایک اور امام صاحب سے ملاقات کی - انھیں "افکار رضا" کا شمارہ دیا - اور ان سے "افکار رضا" کے لئے "امریکہ میں سنیت" کے عنوان پر مضمون لکھنے کو کہا - جس کے لئے موصوف راضی ہوگئے - امریکہ میں جس نے بھی "افکار رضا" پڑھا - اس کے مواد اور معلومات کو بے حد سراہا - ہم آپکی کوششوں کے لئے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں - میں اپنی خدمات کو تحریک کے لئے پیش کرتا ہوں - جو بھی خدمت ہو بلا جھجک تحریر فرمائیں -

○ مولانا محمد فروغ القادری - ڈائریکٹر سنی رضوی سوسائٹی - ڈربن - ساؤتھ افریقہ

بلاشبہ آپ ایک بامقصد تحریک و تنظیم لے کر چل رہے ہیں - اس لیے آپ کی ذات سے ہمیں قلبی وابستگی اور دلی ہمدردی ہے - "افکار رضا" کی آئندہ اشاعت سے انگریزی صفحات کا اضافہ سواد اعظم کے حق میں فال نیک اور آفاقی اہمیت سے عبارت ہے - علمی اور ادبی جہت سے عصر حاضر میں یہ ایک خلا تھا جسے آپ پورا کر رہے - مجھے یقین ہے کہ اقطار عالم کے تمام گوشوں میں اس کی پذیرائی

ہوگی۔ نئی پود کے طلباء غالباً اسی وجہ سے مغربی طرز تعلیم سے متاثر ہیں کہ ان کے ہاں جدید زبان و ادب میں کوئی متبادل تحریر سامنے نہ آسکی جو مستشرقین یورپ کا جواب ہو۔ جبکہ عربی و اردو میں ماخذ و مراجع کی تمام کتابیں موجود ہیں ۔۔۔۔۔ کاش! کہ ان کے انگریزی تراجم سامنے ہوتے تو عالمی جامعات میں اپنی انفرادیت ہوتی۔ آپ شاید یہ جان کر حیرت کریں کہ حضرت سیدنا امام غزالی کی وہ تصانیف جو عقلیات سے متعلق ہیں اس کے اصل نسخے نایاب ہیں۔ مگر فرانس اور جرمنی کے متعدد کتب خانوں میں اس کے انگریزی تراجم آپ کو ملیں گے۔ بلکہ بعض کتابیں تو یورپی مصنفین کے نام سے منسوب ہو چکی ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی جس طرز تعلیم کی بنیاد رکھی تھی وہ نظریاتی اعتبار سے بین الاقوامی نقطۂ نظر کی حامل ہے اب وقت آگیا ہے کہ اس کا اعادہ ہو۔

ماہ صفر المظفر اب قریب تر ہے۔ سنی رضوی سوسائٹی کی جانب سے افریقہ و یورپ کے مختلف ممالک میں "عرس قادری رضوی" کی تیاریاں جاری ہیں۔ ۱۹۹۶ء کے اوائل میں جو انگریزی کتابیں سوسائٹی نے شائع کی ہیں۔ ان کے اسماء یوں ہیں۔

۱) علم غیب کے عنوان سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی نایاب تحریر۔
Unseen Knowledge of the Holy Prophet

۲) قصیدہ معراجیہ کا منظوم ترجمہ۔ A Poem on "Meraj- The Journey to the Heaven -

۳) رسالہ "عیدوں کی عید عربی او انگریزی ترجمہ (عید الاعیاد)
" The Significance of Eid Miladunnabi"

○ مولانا محمد عبد المبین نعمانی۔ دار العلوم قادریہ۔ چریاکوٹ۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

"افکار رضا" کا تیسرا شمارہ گذشتہ تمام گذشتہ شماروں سے زیادہ پسند آیا۔ البتہ کمپیوٹر کی ٹائپنگ خوب جم نہیں رہی ہے۔ کسی کاتب سے لکھوائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ۱۲ اپریل ۹۶ء کو مبارک پور میں دعوت اسلامی کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جس میں امید سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔ تقریباً پچاس ہزار کا مجمع تھا۔ مولانا مفتی عبد الحلیم صاحب رضوی نگران اعلیٰ دعوت اسلامی ہند نے بھی ایک وفد کے ساتھ شرکت کی۔ جناب الحاج غلام یسین صاحب رضوی ناگپوری بھی شامل وفد تھے۔ بنارس سے وفد پہلے دار العلوم قادریہ چریاکوٹ آیا۔ پھر یہاں گھوسی صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر اور وہاں سے مبارک پور۔ مبلغین دعوت اسلامی کے علاوہ فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ۔ مبارک پور نے بھی تقاریر کیں۔ آخر میں حضرت نگران اعلیٰ علامہ مفتی عبد الحلیم صاحب نے دعوت اسلامی کی ضرورت و اہمیت اور اس کی افادیت پر روشنی ڈالی اور اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "دعوت اسلامی اہل سنت و جماعت کی اصلاحی و تبلیغی تنظیم ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گی" اور فرمایا "میں کھلے لفظوں میں

کہتا ہوں کہ ہر وہ تنظیم جو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرہ برابر بھی ہٹی ہوئی ہے عبدالحلیم کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

حضرت فقیہ ہند نائب مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ نے بھی دعوت اسلامی کی تائید و حمایت کرتے ہوئے اس سے جڑے رہنے کی تاکید کی اور اسکی افادیت کا کھلے دل سے اظہار فرمایا۔ مبارک پور اور قرب و جوار کے علاوہ ممبئی، کانپور، سلطان پور، قنوج، بنارس، فیض آباد، بھدوہی، دیوریا، غازی پور، گھور کھپور، جون پور، مئو وغیرہ مقامات سے بھی بسوں، ٹیکسیوں اور دوسری سواریوں سے کثیر افراد نے شرکت کی اور دعوت اسلامی کے کام سے متاثر ہو کر واپس گئے۔

آپ نے ایک خط میں مفتی محمد خلیل برکاتی مصنف سنی بہشتی زیور "ہمارا اسلام" و "ہماری نماز" وغیرہ کے بارے میں دیو بندی پروپیگنڈہ کا ذکر کیا تھا کہ وہ مسلک سے منحرف ہو گئے تھے۔ یہ سراسر بہتان ہے۔ مولوی خلیل بجنوری ثم بدایونی کا حال البتہ دگرگوں ہو گیا تھا۔ کہ وہ مسلک اہل سنت و جماعت سے منحرف ہو کر دیو بندی جماعت سے جا ملے تھے یا پہلے ہی سے دیو بندی تھے تقیہ کر کے سنیوں کو گمراہ کرنے کے چکر میں لگے تھے۔ جب کامیاب نہ ہوئے تو کھل کر میدان میں آگئے۔ حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ معتمد و مستند سنی علماء میں تھے۔ چند سال ہوا۔ ۲۸ رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۸۵ء کو حیدر آباد سندھ (پاکستان) میں وصال فرمایا ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا شمارہ اپریل ۱۹۹۶ء ملاحظہ ہو۔ عصر حاضر میں فکر رضا کی اہمیت پر انشاء اللہ مضمون لکھ کر ارسال کر دوں گا۔

○ علامہ اقبال احمد فاروقی۔ مدیر "جہان رضا" لاہور۔ پاکستان

"افکار رضا" زیر نظر شمارہ سابقہ شمارے سے بہت معیاری ہے۔ سابقہ شمارے آپ کی ابتدائی کوشش تھی۔ الحمد للہ اکثر احباب نے تعریف کی۔ آپ کا اداریہ آپ کے مقاصد اور عزائم پر روشنی ڈالتا ہے اور آپ نے بڑے عزم کے ساتھ اسے رقم کیا ہے۔ "سنی دعوت اسلامی" کا سالانہ اجتماع "دعوت اسلامی" سے متعلق حضرات کے لیے ایک خوش کن شذرہ ہے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین کا تحقیقاتی مضمون اچھا ہے۔ غالباً پہلے بھی نظر سے گزرا ہے۔ مگر آپ کے حلقہ میں اس کا آنا نہایت ضروری تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ ہمارے فاضل قلم کار، نوشاد عالم چشتی کا مفتی اعظم پر ایک تحقیقی مضمون ہے۔ غالباً ہندوستان میں پہلی بار چھپ رہا ہے۔ امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس داں "بہت عمدہ موضوع ہے فاضل مضمون نگار نے فاضل بریلوی کے متعلق بعض فنی مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ مرکزی مجلس رضا بھی اعلیٰ حضرت کے بعض ایسے قلمی اور نایاب رسالے چھاپ رہی ہے۔ جو آج تک نہیں چھپے اور آپ کے مسائل دینیہ کے علاوہ علم جفر، علم توقیت اور علم تکسیر پر بڑی شاندار تحریریں سامنے آرہی ہیں۔ مجھے آپ کا "اخبار رضا" اور "رضا نامے" بھی پسند آئے۔ مگر ان دونوں کالموں پر محنت کی سخت ضرورت ہے اپنا حلقہ اطلاعات پھیلا دیں اور ہندوستان میں اعلیٰ حضرت پر جہاں جہاں کام ہو رہا ہے وہ اخبار رضا میں لائیں۔ آخر میں آپ کی کوشش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

○ اللہ بخش مکاندار رضوی۔ ہبلی۔ کرناٹک

فکر رضا کا موقر آرگن اور میرا محبوب سہ ماہی "افکار رضا" نظر نواز ہوا - ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا - پچھلے دو شماروں سے بڑھ کر اس میں نکھار نظر آئی - اللہ کرے زور قلم اور زیادہ - خصوصاً علامہ سید عتیق الرحمان شاہ صاحب کا پر مغز اور معلومات افزا مقالہ "امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس داں" حضرت علامہ ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب کا فکر انگیز مضمون "مسٹر ابو الکلام آزاد کا محاسبہ" اور حضرت مولانا محمد ادریس رضوی صاحب کا مقالہ "امام احمد رضا کی تنقید نگاری" بے حد پسند آئے - من حیث المجموع یہ شمارہ ایک دستاویزی اہمیت کا حامل ہے اب میرا ایقان و اذعان یہ کہہ رہا ہے کہ مستقبل میں رضویات کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لئے یہ مجلہ ایک معتمد اور مستند گائڈ کا فریضہ انجام دینے لگے گا - "افکار رضا" کے شمارے جن جن حضرات و دانشوران کی خدمت میں پیش کیا ہوں وہ تمام حضرات اسکے بے حد مشتاق ہیں اور جب بھی ملاقات ہوتی ہے "افکار رضا" کے تازہ شمارے کی فرمائش کرتے ہیں - کاش اس کو اب ماہانہ بنا دیا جاتا تو احقران احباب کی تشنگی کو کچھ حد تک مٹا سکتا۔

اس بار کا اداریہ دعوت فکر دیتا ہوا نظر آیا - بلاشبہ وہ حضرات جن کے دلوں میں سنیت کے فروغ کا جذبہ موجود ہے اور جو واقعی دین و سنیت کی خدمت کرنے کے خواہاں ہیں انھیں چاہیے کہ وہ آپس میں مل کر ایک تنظیمی صورت اختیار کرلیں، ورنہ نوشتہ دیوار تو یہ کہہ رہا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اگر ہم الجھ گئے اور ایک دوسرے کی نیتوں پر شک کرنے لگے تو مخالفین ہم پر حاوی ہو جائیں گے - کیا بات ہے کہ ہم اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو پا رہے ہیں وقت آگیا ہے کہ ہم سب بلا اختلاف مشرب متحد ہو جائیں اور ہمارے اتحاد کی واحد اساس عشق رسول کو بنیاد بنا کر ملک کے کونے کونے میں سرگرم عمل ہو جائیں - اور عشق رسول کی شمع جلا کر تاریکی کا دامن چاک کردیں - خدا کرے ہمارے سنی بھائی اس آواز پر لبیک کہہ کر آپس میں شیر و شکر ہو جائیں -

بمبئی کے سنی دعوت اسلامی کے اجتماع کے بعد یہاں نوجوانوں میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا ہے باریش اور عمامہ شریف زیب تن دینی بھائی اپنے اپنے محلوں میں فروغ سنیت اور اصلاح عقائد و اعمال کے لئے سرگرم عمل ہیں - چہار شنبہ کو یہاں کے مشہور صاحب کرامت ولی قطب ہبلی - حضرت سید فتح شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف میں سنی دعوت اسلامی کے طرز پر کام ہو رہا ہے - انتہائی خلوص و انکساری کے ساتھ غیر تعلیم یافتہ نوجوانوں اور بزرگوں کو دینی مسائل بتا رہے ہیں - جس کا بہت فائدہ مشاہدے میں آرہا ہے - تبلیغی جماعت کے حلقوں میں ایک ہلچل سی نظر آرہی ہے - کل تک جو کام وہ لوگ کر رہے تھے - اس سے بڑھ کر وہی کام عشق رسول میں ڈوب کر ہمارے نوجوان بھی کر رہے ہیں - اب تو بعض تبلیغیوں جو اپنے عقائد میں پختہ نہیں) یہ کہتے سن رہا ہوں کہ عمل کی طرف یہ لوگ بلا رہے ہیں اور نماز کی طرف بھی تو آپ لوگ ضرور کامیاب ہوں گے -

یہ مژدہ جاں فزا سن کر بڑی طمانیت قلب حاصل ہوئی کہ زاہد سمیع صاحب امریکہ میں تحریک فکر رضا کا کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اور وہاں "افکار رضا" زیر اکس ہو کر تقسیم ہوا۔

امورِ عشرین در امتیاز عقائد سنیین

امتیازِ سُنّیت

از

امام اہلِ سنت اعلیٰحضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم

سیدنا امام احمد رضا برکاتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

ترتیب و تسہیل:

مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی

قاضی شریعت ادارہ شرعیہ مہاراشٹر، بمبئی

استاذ دار العلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ، بمبئی ۵

ناشران

ادارہ شرعیہ مہاراشٹر بمبئی ۱

تحریکِ فکرِ رضا بمبئی ۸

امتیازِ سُنّیت

نام کتاب :۔۔۔۔ امورِ عشرین در امتیاز عقائد سنیین

تالیف :۔۔۔۔ امام اہل سنت اعلیٰحضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ

ترتیب وتسہیل :۔۔ محمد اشرف رضا قادری

زیر اہتمام :۔۔۔۔ ادارہ شرعیہ مہاراشٹر بمبئی ۱

ناشر :۔۔۔۔ تحریک فکر رضا۔ ۱۶۷ ڈمٹمکر روڈ ناگپاڑہ بمبئی ۸

سنہ اشاعت :۔۔۔۔ ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء

طبع اول :۔۔۔۔ مطبع حنیف۔ پٹنہ ۱۳۱۹ھ

طبع دوم :۔۔۔۔ دائرہ پریس۔ حیدرآباد ۱۴۰۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْاِنْسِ وَالْجِنَّةِ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا الْعَظِیْمِ وَالْمِنَّةِ ۔ المنقذ مِنَ النَّارِ وَالمعطِی الجنّة الّذی ذکرہ حرز وحبہ جُنَّۃ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَھْلِ السُّنَّۃِ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ میں فقیر کے پاس سانبھر علاقہ ریاست جے پور (راجستھان) سے ایک خط بایں تلخیص آیا۔

نقل نامہ حافظ محمد عثمان صاحب بنام فقیر

بخدمت فیض درجت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی محدّث و امام اہلِ سنّت و جماعت بعد سلام سنّت الاسلام کے عرض خدمت ہے کہ دریں ولا ہمارے ملک مارواڑ (راجستھان) کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج کل یہاں سانبھر میں جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی اویسی تشریف لائے ہیں۔ ہم لوگ آپکی متعدد تصنیفات گوناگوں سے مستفیض (فیض حاصل کرچکے ہیں) ہوچکے تھے۔ اب خوش بیانی، اثر پنہانی (باطنی) و توجہ قلبی سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ غیر مقلدین و دیگر عقائد باطلہ والے توبہ کرکے وعظ (محفل) سے اُٹھتے ہیں کوئی وعظ (جلسہ) ایسا نہیں ہوتا جس میں آپ ندوہ (یعنی صلح کلی الحاد) کی برائی بیان نہ کرتے ہوں۔ یہاں کے لوگ ندوے کے بڑے ثنا خواں (تعریف کرنے والے) تھے۔ اب ایسے متنفر (نفرت کرنے والے) ہوگئے ہیں۔ جیسے کسی خبیث (جن) سے کوئی متنفر ہوتا ہے۔ ایک مولوی ندوی بھی یہاں آگیا ہے وہ کہتا ہے اگر مولوی احمد علی شاہ صاحب مخالف ہیں تو خود جاہل وبددین ہیں۔ چند لوگ اس کے کہنے سے بہک گئے، وہ کہتے ہیں اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی دربارہ (سلسلہ میں) مولوی احمد علی شاہ صاحب لکھ دیں تو ہم ان کی بات سُنیں گے اور اپنے خیالات سے توبہ کریں گے۔ لہٰذا عرض خدمت ہے کہ مولوی احمد علی شاہ صاحب آپ کے علم میں جیسے ہوں تحریر فرمائیے۔ آپ کی یہ تحریر سرکشوں کے لئے

بہت مفید ہوگی ـــــــ العبد محمد عثمان۔

(سیدنا امام اہلِ سنّت اعلحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں) فقیر کو اس سے پہلے مولانا موصوف سے تعرف تفصیلی نہ تھا اور امر شہادت خصوصاً دربارۂ عقائد اہم و اعظم۔ لہذا جواب میں یہ خط ارسال فرمایا ـــــــ (مکتوب اعلحضرت)

نامۂ فقیر بنام حافظ (محمد عثمان) صاحب

بملاحظہ کرم فرما حافظ محمد عثمان صاحب۔ زید لطفہم! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! لطف نامہ آیا، ممنون یادآوری فرمایا۔ مولوی احمد علی شاہ صاحب نے غریب خانہ پر کرم فرمایا تھا پہلی ملاقات تھی۔ بعدہٗ جلسۂ عظیم آباد (پٹنہ بہار) میں نیاز حاصل ہوا۔ وہ اس سے بھی مجمل تھا کہ سوائے سلام و مصافحہ کے کسی مکالمہ کی نوبت نہ آئی ـــــــ امر شہادت عظیم ہے۔ میں معاذ اللہ کوئی سوء ظن نہیں کرتا بلکہ مولانا موصوف کے جن فضائل کو اب اجمالاً و سماعاً (بذریعہ حافظ مذکور) جانتا ہوں، تفصیلاً و عیاناً جان لوں۔ مولانا کی حق پسندی سے امید ہے کہ فقیر کی اس عرض پر کمالِ خوشی و مسرور ـــــ آج کل غیر مقلدین یا ندوے ہی کا فتنہ ہندوستان میں ساری نہیں بلکہ معاذ اللہ صدہا آفتیں ہیں ـــــ فقیر بیس امور حاضر کرتا ہے مولانا موصوف ان پر اپنی تصدیق کافی و وافی جس سے بکشادہ پیشانی تسلیم کامل روشن طور پر ثابت ہو تحریر فرما کر اپنی مہر سے مزین فرما کر فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

از بریلی۔ ۲۷، رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امور عشرین تصدیق طلب از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب مرزاپوری

(۱) سید احمد خاں علی گڑھی اور اس کے متبعین (اسکے نظریات کو اپنانے والے) سب کفار ہیں۔

(۲) رافضی کہ قرآن عظیم کو ناقص کہے۔ یا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، یا کسی غیر نبی کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی سے افضل بتائے کافر و مرتد ہے۔

(۳) رافضی تبرائی فقہا کے نزدیک کافر ہے اور اسکے گمراہ بدعتی جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔

(۴) جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر قرب الٰہی میں تفضیل (افضل بتلائے) دے وہ گمراہ مخالف سنت ہے۔

(۵) جنگ جمل و صفین میں حق بدست (حق بجانب) حق پرست امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھا مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی۔ جس کی وجہ سے ان پر طعن (طعنہ کرنا) سخت حرام۔ ان کی نسبت کوئی کلمہ (بات) اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بیشک رفض ہے اور خروج (سنی کے حلقے سے نکلنا) از دائرہ اہل سنت، جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و توہین کہے، انھیں برا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً (یقیناً) رافضی ہے۔

(۶) صدہا سال (کئی صدی) سے درجہ اجتہاد مطلق تک کوئی واصل نہیں ہے (اجتہاد مطلق کے درجہ کو نہیں پہونچا ہے)۔ بے وصول درجہ اجتہاد (درجہ اجتہاد کو پائے بغیر) تقلید فرض۔ غیر مقلدین گمراہ بددین ہیں۔

(۷) اہل سنت صدہا سال (کئی صدی) سے چار گروہ (جماعت) میں منحصر ہیں جو ان سے خارج (الگ) ہے بدعتی ناری (جہنمی) ہے

(۸) وہابیہ کا معلم اول ابن عبد الوہاب نجدی اور معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔

(۹) تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسماعیل دہلوی صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۱۰) مأۃ مسائل مولوی اسحاق دہلوی غلط و مردود مسائل و مخالفات اہل سنت و مخالفات جمہور سے پُر ہیں۔

(۱۱) انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء قدست اسرارہم سے استمداد و استعانت اور انھیں وقت حاجت توسل و استمداد کے لیے ندا کرنا یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر الجیلانی کہنا اور انھیں واسطہ فیض الٰہی جاننا ضرور حق و جائز ہے۔

(۱۲) عالم میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء قدست اسرارہم کا تصرف حیات دنیوی میں اور بعد وصال بھی بعطاء الٰہی جاری اور قیامت تک ان کا دریائے فیض موج زن رہے گا۔

(۱۳) عام اموات احیاء کو دیکھتے۔ ان کا کلام سنتے سمجھتے ہیں سماع موتٰی حق ہے پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔

(۱۴) اللہ عزوجل نے روز ازل سے قیامت تک کے تمام ما کان و ما یکون ایک ایک ذرے کا حال اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بتا دیا۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ان تمام غیبوں کو محیط ہے۔

(۱۵) امکان کذب الٰہی جیسا کہ اسماعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی اور اب گنگوہی نے براہین قاطعہ میں مانا صریح ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کذب قطعاً اجماعاً محال بالذات ہے مسئلہ خلف وعید کو ان کے اس ناپاک خیال سے اصلاً علاقہ نہیں۔

(۱۶) شیطان کے علم کو معاذ اللہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے صریح ضلالت و توہین حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔

(۱۷) مجلس میلاد مبارک اور اس میں قیام تعظیمی جس طرح صدہا سال (کئی سال) سے حرمین محترمین میں شائع (مشہور) و ذائع ہے۔

(۱۸) گیارہویں شریف کی نیاز اور اموات کی فاتحہ اور عرس اولیاء کہ مزامیر (میوزک کے ساتھ قوالی) وغیرہا منکرات سے خالی ہو سب جائز و مندوب ہے۔

(۱۹) شریعت و طریقت دو راہیں متباین (الگ) نہیں ہیں۔ بے اتباع شرع وصول الی اللہ (شریعت کی پابندی کے بغیر اللہ تک پہونچنا) ناممکن۔ کوئی کیسے مرتبہ عالیہ (ولایت کے بلند مقام) تک پہونچے جب تک عقل باقی ہے احکام الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہو سکتے۔ جھوٹے متصوف (بناوٹی یا مصنوعی صوفی) کہ مخالف شرع (شریعت کی مخالفت) میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخرگان (شیطانی کھلونا) شیطان ہیں۔ وحدت وجود حق ہے اور حلول (آواگون) و اتحاد کہ آج کل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صوفی) بکتے ہیں صریح کفر ہے۔

(۲۰) ندوہ سرمایۂ ضلالت (گمراہی کی اصل پونجی) و مجموعہ بدعات ہے۔ گمراہوں سے میل جول اتحاد حرام ہے ان کی تعظیم موجب غضب الٰہی (اللہ عزوجل کی ناراضگی کا سبب)۔ اور ان کے رد کا انسداد (انکی تردید سے منع کرنا) لعنت الٰہی کی طرف بلانا۔ انھیں دینی مجلس کا رکن (ممبر) بنانا دین کو ڈھانا ہے۔ ندوہ کے لکچروں اور رویداد میں وہ باتیں بھری ہیں جن سے اللہ و رسول بیزار و بری ہیں۔ جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سب بدمذہبوں و گمراہوں سے پناہ دے اور سنت حقہ خالص پر ثابت قدم رکھے۔

حضرت فاضل بریلوی مدظلہ العالی کے ان امور مقررۂ مذکورہ کی تصدیق جناب مولانا شاہ احمد علی صاحب مرزاپوری نے فرمائی اور یہ عبارت لکھی:

"امور عشرین مندرجہ بالا بہت درست و ٹھیک ہیں۔ وحدت وجود حق ہے مگر اس میں بحث و مباحثہ فقیر کے نزدیک خوب نہیں یہ امور کشفیہ سے ہیں اور متعلق بکیفیت ایسے امور کو اولیاء اللہ ہی خوب سمجھے ہوتے ہیں۔ چونکہ فقیر کے پاس مہر نہیں لہٰذا دستخط ہی پر اکتفا کیا۔"

۲ شوال سنہ ۱۳۱۸ھ روز چہار شنبہ

پھر امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہم نے یہ تحریر فرما کر اپنی دستخط اور مہر ثبت فرمائی:

"آج کل بہت لوگ ادّعائے سنیت (سنیت کا دعویٰ) کرتے اور عوام بے چارے دھوکہ میں پڑتے ہیں۔ بعض مصلحت وقت کے لئے زبان سے کچھ کہہ جاتے اور موقعہ پاکر پھر پلٹا کھاتے ہیں۔ اکثر جگہ امتحان کے لئے انشاء اللہ العزیز یہ امور عشرین بطور نمونہ کافی ہیں جو بعونہ تعالیٰ فراز (بلندی) سنیت پر سچا فائز ہے بے تکلف دستخط کر دے گا۔ ورنہ پانی مرنا آپ ہی نشیب ضلالت (گمراہی کے گڈھے) کی خبر دے گا۔

ومن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰہ شیئاً ومن یتول فان اللّٰہ هو الغنی الحمید . وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین

عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

کتبہ

بِحَمدِ المُصطفیٰ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَسَلَّم

ان امور عشرین پر جناب مولانا سید غلام غوث صاحب شطاری دبیر پورہ حیدر آباد اپنے تبصرہ میں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ عقائد اہل سنت کا ان امور عشرین میں انحصار نہیں کہ جو ان امور مذکورہ کا قائل ہو وہ اگرچہ اور عقائد ضروریہ اہل سنت کا انکار کرے خواہ مخواہ سنی بنا رہے یہ تو صرف بطور نشان وامتحان مقتضائے حالت زمانہ موجودہ مقرر ومعین کر دیئے گئے۔ عقائد اہل سنت تغیر وتبدل زمانہ متبدل (بدل) نہیں ہو سکتے مگر علامات (نشان) وامارات (پہچان) بسبب شیوع فتن (فتنوں کے پھیلنے) وحدوث (اور گمراہی کے ظاہر ہونے سے) اہوا بدل سکتے ہیں۔"

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علمائے اہلِ سُنّت وجماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج واشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔